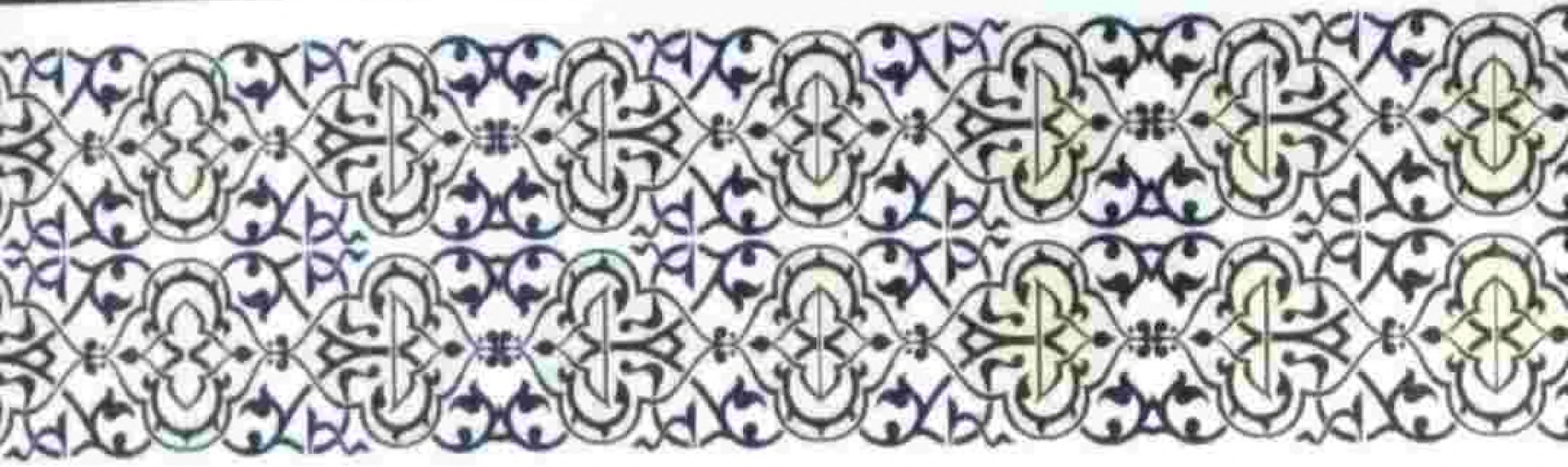




شہید کربلا

اور کردارِ یزید

محدث اعظمی کی کتاب "بصیرہ بر شہید کربلا اور یزید" کا علمی عجائبہ



مُصَنَّفُ

مولانا سید طاہر حسین گياوى

نَعِيمِيَّہ

اسلامک اسٹور
دیوبند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شہید کر بلا

رضی اللہ عنہ

اور

کردار یزید

محدث اعظمی کی کتاب ”تبصرہ بر شہید کر بلا اور یزید“ کا علمی محاسبہ

مصنف:

مولانا سید طاہر حسین گیاوی

ناشر:

کُتُبُ خَانَةُ نَعِیمِیَّہِ دِیوبَنْد

تفصیلات

﴿کتابت کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب..... : شہید کربلاؑ اور کردارِ یزید

مصنف..... : حضرت مولانا سید طاہر حسین گیاوی

ناشر..... : کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

کمپوزنگ و سیٹنگ.. : محمد جہانگیر دیوبند 9045293126

سن اشاعت..... : ۲۰۱۸ء مطابق ۱۴۳۹ھ

صفحات..... : 152

قیمت..... :

ملنے کا پتہ:

کُتُبْ خَانَةُ نَعِیْمِیَّہِ دِیُوبَنْد

Phone: 01336-223294-224703

E-mail: naimiabookdepot@yahoo.com

فہرست عناوین

﴿شہید کر بلا علیہ السلام اور کردار یزید﴾

صفحہ نمبر	عنوان
۶	کچھ کتاب کے بارے میں (جناب مولانا محمد نوشاد نوری قاسمی صاحب)
۱۰	پیش لفظ
۱۱	کچھ قابل غور باتیں
۱۲	یزید کی بیعت اور اہل مدینہ
۱۱	مذکورہ بالا روایت کے بارے میں ابن حجر عسقلانی کی تحقیق
۱۳	مذکورہ بالا روایت کی مزید تنقیح
۱۵	شیعہ اور روافض کے درمیان فرق
۱۱	خلافت کے ابتدائی دور میں یزید کی کارکردگی
۱۶	سابقہ تاریخی شواہد اور محدث اعظمیؒ کی تحقیق میں عدم مناسبت
۱۹	یزید کے شراب پینے کی روایات
۲۰	علامہ ذہبی کی تحقیق
۲۱	پہلی سند
۱۱	دوسری سند
۱۱	مذکورہ بالا روایت کی سندوں کی تحقیق
۲۳	یزید کے فاسق اور شرابی ہونے پر ناقابل انکار دلائل و شواہد

۳۶	مولانا عظمیٰ سے معقول عربی عبارت کا ترجمہ	□
۳۸	مولانا عظمیٰ کا مذکورہ بالا تبصرہ اور اس کا تجزیاتی مطالعہ	□
۳۹	حضرت محمد بن الحنفیہؒ کی جرح کا خلاصہ	□
۴۳	یزید کے شرابی ہونے کے بارے میں ابن کثیرؒ کا موقف	□
۴۴	شرب خمر پر حد کے وجوب کے لیے شرائط و شواہد کا بیان	□
۴۶	فسق یزید پر مزید دلائل و شواہد	□
۴۷	شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کا موقف	□
۴۸	علامہ ابن تیمیہؒ کے موقف کی مزید وضاحت	□
۴۹	مولانا عظمیٰ کی علمی خیانت کا واضح ثبوت	□
۵۰	حضرت عبداللہ بن مطیع کے صحابی یا تابعی ہونے پر دلائل و شواہد	□
۵۱	یزید کی چیرہ دستی سے انسانیت شرمسار	□
۵۲	مولانا عظمیٰ کا بیان کردہ خلاصہ	□
۵۳	مولانا عظمیٰ کے خلاصہ پر راقم کا تحقیقی جائزہ	□
۵۴	فسق یزید پر فرزند یزید کی شہادت	□
۵۵	مذکورہ بالا تاریخی دستاویزوں کی روشنی میں فسق یزید آشکارا؛ مگر مولانا عظمیٰ کا غیر معقول موقف۔	□
۵۶	فاسق حکمران پر امیر المومنین کا اطلاق؟	□
۵۷	امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ	□
۵۸	مولانا عظمیٰ کی ناشائستہ تحریر	□
۵۹	فسق یزید پر وفد مدینہ منورہ کی شہادت	□
۶۰	مولانا عظمیٰ کا علمی مغالطہ	□

۹۵	بارہ خلقاء کی بات	<input type="checkbox"/>
۹۸	مولانا عظمیٰؒ کا حضرت حکیم الاسلام کو نصیحت	<input type="checkbox"/>
۹۹	مولانا عظمیٰؒ کی نصیحت کا ماحصل	<input type="checkbox"/>
۱۰۴	مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا موقف	<input type="checkbox"/>
۱۰۷	حضرت ابو ہریرہؓ کا امارۃ الصبیان سے بچنے کی دعا کرنا اور اس کا مصداق	<input type="checkbox"/>
۱۱۰	حضرت خذیفہ بن الیمانؓ کی روایت کا مصداق	<input type="checkbox"/>
۱۱۵	مولانا عظمیٰؒ کا غیر مناسب اعتراض	<input type="checkbox"/>
۱۲۲	یزید کی خلافت پر صحابہ کرامؓ کی ناراضگی	<input type="checkbox"/>
۱۲۵	زمانہ نبوت سے قرب اور اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں یزید کی اہلیت	<input type="checkbox"/>
۱۲۶	یزید کے لا ابالی پن پر حضرت معاویہؓ کی نصیحت	<input type="checkbox"/>
۱۳۰	مولانا عظمیٰؒ اور بے جا جرأت مندانہ تحریر	<input type="checkbox"/>
۱۳۲	خلاصہ کلام	<input type="checkbox"/>
۱۳۴	یزیدی فوج کا قہر مدینہ منورہ پر	<input type="checkbox"/>
۱۳۷	یزید کے فاسق نہ ہونے پر مولانا عظمیٰؒ کی دلیل	<input type="checkbox"/>
۱۴۱	واقعہ حرہ نا قابل انکار اور حدیث میں اس کی پیشین گوئی	<input type="checkbox"/>
۱۵۱	سرمبارک شام لے جایا گیا یا نہیں؟	<input type="checkbox"/>
	مولانا عظمیٰؒ کی غفلت	<input type="checkbox"/>
☆	☆☆☆	☆

کچھ کتاب کے بارے میں

(جناب مولانا محمد نوشاد نوری قاسمی صاحب، استاذ دارالعلوم وقف دیوبند)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا ونبينا

محمد خاتم النبیین وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد!

گزشتہ صدی کی چھٹی دہائی میں، محمود عباسی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ شائع ہوئی تھی، اس کتاب میں مصنف کتاب نے تحقیق کے نام پر، متعدد ایسی غلطیاں کیں، جن سے بہت سے صحابہ کرام کی شخصیت مجروح ہوئی، سیدنا حضرت حسینؑ کو باغی قرار دیا گیا اور یزید کی حمایت میں ساری صلاحیتیں صرف کر دی گئیں، اس لیے فطری طور پر اس کتاب کا بڑا زبردست رد عمل ہوا، اور متعدد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئیں۔

ہندوستان میں ایسے ”مخلصین“ بھی پائے جاتے ہیں، جو علمائے دیوبند پر اعتراض کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، ایسے شری پسندوں نے یہ پروپیگنڈہ بڑی شد و مد سے کرنا شروع کر دیا کہ حمایت یزید، دیوبند والوں کا موقف ہے اور محمود عباسی صاحب اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، ظاہر ہے یہ انتہائی سنگین الزام تھا، اس کے دفاع کے لیے اور اس قضیہ سے متعلق اہل سنت والجماعت کے صحیح موقف کو اجاگر کرنے کیلئے جماعت دیوبند میں، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ”مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بڑی شخصیت موجود نہیں تھی، آپ نے اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا، اور شہید کر بلا اور یزید نامی کتاب لکھی، کتاب میں افسانوی طرز اختیار کرنے کے بجائے صرف ان مباحث پر گفتگو کی گئی، جن میں اہل سنت والجماعت کے نظریات پر زور پڑتی تھی، اس لیے حضرت حسینؑ کی صحابیت کا اثبات، فضائل و مناقب کی روشنی میں ان کے روشن کردار کا بیان، اور ناقابل تردید تاریخی حوالوں سے، نیز اکابر اہل سنت والجماعت کی تحریروں کی روشنی میں فسق یزید کے مسئلہ تک مباحث کتاب کو محدود رکھا گیا، اور یہ ثابت کر دیا گیا کہ محمود عباسی کا موقف گمراہ کن ہے اور اہل سنت والجماعت سے متصادم ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کو اس موقف سے؛ خاص طور سے فسق یزید کے موقف سے اتفاق نہیں تھا، اور انہوں نے حضرت حکیم الاسلام کی کتاب پر تنقیدی تبصرہ لکھا، انہوں نے کتاب کے آخر میں خلاصہ مباحث لکھا ہے اور یزید کے فسق کو بلا دلیل گردانا ہے، ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ فسق یزید متفق علیہ مسئلہ نہیں ہے؛ بلکہ یزید کو فاسق ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں ہی اہل سنت والجماعت کا حصہ ہیں، اگر بات وہی ہے جو حضرت محدث اعظمی فرما رہے ہیں تو حضرت کو چاہیے تھا کہ انصاف کے ساتھ، دونوں طرح کی روایتیں جمع کرتے اور اپنی گفتگو میں حد اعتدال پر قائم پر رہتے؛ تاکہ اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کا نقطہ نظر مکمل واضح ہوتا اور یہ معلوم ہو سکتا کہ اہل سنت والجماعت میں دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں، فسق یزید کی تردید اور اس پر دلالت کرنے والی تمام روایتوں کو یکسر مسترد نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت مولانا سید طاہر حسین صاحب گیاوی علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہیں؛ انہوں نے اپنی زندگی صراطِ مستقیم کی وضاحت، اہل سنت والجماعت کے افکار و نظریات کی تشریح اور باطل نظریات کی تردید اور ان کا لوہا لینے میں گزاری ہے، انہوں نے اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کے حقیقی موقف کا جائزہ لیا ہے، اور اس شان کی تحقیق پیش کی ہے کہ منصف انسان اسے قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا، تاریخی روایتوں میں رد و قدح کا انداز، خالص علمی ہے، اس کتاب کا حقیقی موضوع صرف فسق یزید اور اس سے متعلقہ مباحث ہیں، مولانا نے روایتوں کے رفض و قبول میں جانبداری سے گریز کیا ہے، اور بہت حد تک اعتدال کا دامن تھام رکھا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت حکیم الاسلام نے شہید کربلا اور یزید میں اہل سنت والجماعت کا جو موقف لکھا ہے وہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیے۔ میں نے ان تمام روایتوں کی اصل مراجع سے مطابقت کیلئے نظر ثانی کی ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اس شان کی کتاب حضرت محدث اعظمی کی طرف سے آنی چاہیے تھی، وہ اس کے زیادہ حق دار تھے کہ روایتوں میں صحیح اور سقیم کا فرق کرتے اور معتدل انداز گفتگو اختیار کرتے، جو ان کی شناخت رہی ہے؛ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہو سکا، وہ فسق یزید کو مختلف فیہ بتاتے ہیں، پھر عدالت یزید کیلئے دلیل فراہم کرنا شروع کر دیتے ہیں، اگر ان

کی بات صحیح بھی ہو تو اہل سنت والجماعت کے ایک گروہ کے نقطہ نظر کی وضاحت ہوگی۔
 کے اہل سنت والجماعت کے تمام افراد کے نقطہ نظر کی، اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ
 ہے کہ ”عرض ناشر“ کے عنوان سے جو مختصر تحریر کتاب کے شروع میں لاحق کی گئی ہے، اس
 میں یہ درج ہے کہ ”ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تذکرہ کے لیے محدث جلیل حضرت
 مولانا الاعظمی کا رسالہ بھی شائع کر دیا جائے؛ تاکہ یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ
 واقعہ کربلا اور یزید کے سلسلے میں دارالعلوم دیوبند یا علمائے اہل سنت کا مسلک وہ نہیں ہے
 جو ”شہید کربلا و یزید“ میں بیان کیا گیا ہے، یہ اعلیٰ درجے کی جرأت ہے، کہ مولانا اعظمی
 اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کے دو نقطہ ہائے نظر تسلیم کریں اور ناشر صاحب دوسرے
 نظریے کو لغزش، حد اعتدال سے خارج؛ بلکہ سرے سے مسترد کر دیں۔

اس لیے ضروری تھا کہ خوان ولی اللہی کا کوئی دیرینہ خوشہ چیں سامنے آئے اور اس
 مکتب فکر کی نمائندہ اہم شخصیات کی تحریروں، نیز حدیث و تاریخ کی مستند مآخذ کی روشنی میں
 اہل سنت والجماعت کا نقطہ نظر واضح کرے۔

میری یہ بساط نہیں کہ اس موضوع پر کچھ لب کشائی کر سکوں، رب ذوالجلال کی بارگاہ
 میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ رب العالمین! تاحیات اہل سنت والجماعت کے موقف پر
 ثابت قدم رکھیے اور ہر قسم کے فتنہ سے حفاظت فرمائیے۔ آمین

مناسب ہے کہ آخر میں مصنف کتاب کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے، جو درج ذیل ہے:

مؤلف کا مختصر تعارف:

حضرت مولانا سید طاہر حسین گیاوی دامت برکاتہم کی ولادت بارہ اپریل ۱۹۳۷ء کو،
 کابرنامی گاؤں، تھانہ کوچ (موجودہ تھانہ آنتی) ضلع گیا بہار میں پیدا ہوئے، آپ کے والد
 کا نام سید سلطان احمد تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم، گیا کے مشہور ادارہ مدرسہ انوار العلوم میں درجہ
 عربی سوم تک حاصل کی، اس کے بعد شہر بنارس کے مشہور ادارہ مدرسہ مظہر العلوم میں تعلیم حاصل
 کی، اور وہیں رہتے ہوئے الہ آباد یونیورسٹی سے مولوی کا امتحان دیا اور اول پوزیشن حاصل کی،
 پھر جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہو کر، ایک سال تعلیم حاصل کی، اس کے بعد سن

۱۹۶۷ء میں ایشیاء کی ماہ نامہ ناز در سگاہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور تقریباً ڈھائی سال وہاں استفادہ کیا؛ لیکن تعلیمی سلسلہ درمیان میں ہی منقطع ہو گیا، پھر اگلے سال جامعہ اسلامیہ اردوہ جامع مسجد ضلع مراد آباد یوپی میں، دورہ حدیث میں داخلہ لیا اور شعبان سن ۱۳۹۹ء مطابق ۱۹۷۰ء میں فارغ ہوئے، اسی درمیان الہ آباد بورڈ سے عالم اور فضیلت کی سند حاصل کی، پھر علی گڑھ سے ادیب کامل کا امتحان دیا اور اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

تقریر اور مناظرہ میں شروع سے طاق تھے، اس لیے انہوں نے مباحثہ اور مناظرہ کو، اپنی جدوجہد کا عنوان بنایا، اور بالخصوص بدعات و رسومات کے خلاف ایک مضبوط محاذ سنبھالا، اور اس میدان کے فرد فرید ثابت ہوئے، جھریا، کٹک، اور کٹیہار کے مناظرے آپ کے تاریخی مناظرے ہیں، جن میں آپ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے کامیاب مناظر ثابت ہوئے اور ہزاروں افراد کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس کے علاوہ شہر بنارس کے متعدد اداروں میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، اور تقریباً آٹھ نو سال تک وہیں مقیم رہے۔ پھر اکابرین کے مشورے سے ۱۹۸۴ء میں، صوبہ جھارکھنڈ کے ضلع پلاموں میں ایک ادارہ کی بنیاد رکھی، جس کا نام دارالعلوم حسینیہ رکھا، یہ ادارہ حضرت کے زیر اہتمام مختلف میدانوں میں خدمت دین کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے۔

تصنیف اور تحقیق سے حضرت کا لگاؤ بڑا گہرا ہے، اب تک متعدد تحقیقی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر، منظر عام پر آ چکی ہیں، اور علمی حلقوں میں قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہیں، آپ کی چند اہم کتابیں یہ ہیں:

۱۔ رضا خانیت کے علامتی مسائل

۲۔ بریلویت کا شیش محل

۳۔ عصمت انبیاء اور مولانا مودودی

۴۔ اعجاز قرآنی

۵۔ احسن الشیخ لرحکات التراتوج

۶۔ نمازوں کے بعد کی دعا

۷۔ مقتدی پر فاتحہ واجب نہیں

۸۔ انگشت بوسی سے بائبل بوسی تک

۹۔ ترک تقلید ایک بدعت ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت مند رکھے اور آپ کا علمی سایہ امت کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى

آله واصحابه اجمعين. اما بعد!

محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کوئی غیر معروف عالم نہیں ہیں، وہ ایک معروف عالم اور جلیل القدر محدث کی حیثیت سے علمی حلقوں میں جانے پہچانے جاتے ہیں، انہوں نے سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب ”شہید کربلا و یزید“ پر ایک تبصرہ لکھا ہے، جو ان کے علم و فضل سے بہت فروتر ہے اور اہل سنت و الجماعت کے موقف سے بھی منحرف ہے، حیرت ہے کہ مولانا مرحوم نے کیسے یہ تبصرہ لکھا اور اگر انہوں نے لکھ ہی دیا تھا تو ان کے وارثین نے اور ”مکتبہ ابوالہماثر مرقاۃ العلوم مؤ“ نے اس کو زیور طبع سے آراستہ کیونکر کر دیا، جبکہ ان کا یہ تبصرہ تمام اہل علم اور اکابر اہل سنت کے نزدیک غلط ہے، ولی اللہی جماعت اس تبصرہ کو رد کرتی ہے اور اہل سنت و الجماعت اس کی مخالفت پر متفق اللسان نظر آتے ہیں، جیسا کہ ”شہید کربلا و کردار یزید“ نامی اس کتابچہ کو پڑھنے کے بعد قارئین کرام کو معلوم ہو جائے گا، اسی ضرورت کو محسوس کر کے اس تبصرہ کے خلاف یہ کتاب لکھ دی گئی ہے، یہ صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں ہے؛ بلکہ حدیث کی صحیح اور مستند روایتیں اس واقعہ کو بتاتی ہیں اور یہ واقعہ فروعی عقیدہ کو چھوٹا ہے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سرے سے یزید کے فاسق ہونے کا انکار کرتے ہیں، اگر انہوں نے صرف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پر رد اور تنقید کی ہوتی تو شاید یہ کوئی خاص بات نہ ہوتی؛ کیونکہ کسی بھی

تصنیف کا حرف بحرف صادق ہونا ضروری نہیں ہے، اس میں کہیں نہ کہیں کوئی خامی یا کمزوری یا خلاف واقعہ باتیں آتی جاتی ہیں، جس کا رد بھی ایک ضروری امر ہے، ہماری کتاب کے اندر زیادہ حصے پر یزیدی کردار اور اس کے فاسق ہونے کے کارنامے بدلائل ذکر کئے گئے ہیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل اور اس کے متعلقات پر بحث نہیں کی گئی ہے، ایک تو اس لئے کہ یزید کے فسق کا صرف اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس کے فسق کیلئے اور بھی دلائل اور واقعات موجود ہیں، دوسرے اس لئے بھی کہ قتل حسین کا واقعہ حضرت حکیم الاسلام کی کتاب ”شہید کربلا اور یزید“ کا موضوع ہے اور اس میں تفصیل سے آچکا ہے میں نے اس واقعہ کو اسی لئے نظر انداز کر دیا ہے۔

کچھ قابل غور باتیں:

میری کتاب پڑھنے والے کو درج ذیل باتوں پر نظر رکھنی چاہئے۔

کتاب میں جگہ جگہ تہذیب التہذیب اور البدایہ والنہایہ کے حوالے دئے گئے ہیں، اس سلسلے میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ درج ذیل باتوں کا ضرور خیال رکھیں۔

(۱) حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب کا وہ نسخہ ہمارے سامنے ہے جو دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان کا چھپا ہوا ہے جس کے اندر صرف ۶ جلدوں میں پوری کتاب ہے، بارہ جلدوں میں جو نسخہ ہے وہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔

(۲) البدایہ والنہایہ کا وہ نسخہ ہمارے سامنے ہے جو بیس جلدوں میں چھپا ہے، بارہ جلدوں والا جو پہلے چھپا تھا وہ نسخہ ہمارے سامنے نہیں ہے، بیس جلدوں والا نسخہ دار ابن کثیر بیروت سے چھپا ہے اور اس پر حاشیہ بھی لکھا ہوا ہے وہی ہمارے سامنے ہے اور اسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(۳) نایاب کتابوں کے حوالے انٹرنیٹ سے حاصل کر کے دیئے گئے ہیں بالخصوص

امام غزالی وغیرہ کی بعض کتابوں کی تردید۔

یزید کی بیعت اور اہل مدینہ:

ہم نے اپنی بحث کا آغاز بخاری شریف کی ایک روایت سے کیا ہے، حالانکہ واقعہ کی ابتدا قاعدے میں اس سے نہیں ہونی چاہئے تھی، مگر چونکہ وہ روایت اس بحث میں نہایت اہمیت کی حامل ہے، اس لئے آغاز اسی سے کر دیا ہے، قارئین کرام سے اس کیلئے معذرت چاہوں گا۔

لما خلع اهل المدينة يزيد بن معاوية، جمع ابن عمر حشمه وولده فقال: انى سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول: يُنصب لكل غادر لواء يوم القيامة وانا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله، وانى لا أعلم غداراً اعظم من ان يُبايع رجل على بيع الله ورسوله ثم يُنصب له القتال، وانى لا أعلم احداً منكم خلعده ولا بايع فى هذا الامر إلا كانت الفیصل بنی وبنه. (صحیح البخاری، ص ۵۳، ۱۰۵۳، باب اذا قال عند قوم شيئاً ثم خرج فقال بخلافه، رقم الحديث: ۷۱۱۱)

جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خاص لوگوں اور اپنے لڑکوں کو جمع فرمایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے وہ فرما رہے تھے ہر غدار کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور ہم نے اس شخص (یعنی یزید بن معاویہ) کیلئے اللہ اور رسول کے نام پر بیعت کی ہے اور میں اس سے بڑی غداری نہیں جانتا کہ کسی شخص کے ہاتھ پر اللہ اور رسول کے نام پر بیعت کی جائے اور پھر اسی کے خلاف جنگ و قتال بھی کیا جائے، اس لئے تم میں سے کسی کے بارے میں نہیں جاننا چاہتا ہوں کہ اس شخص کی بیعت توڑے اور نہ یہ کہ اس معاملہ میں کسی کی بیعت کرے الا یہ کہ یہ بات میرے اور اس شخص کے علیحدگی کی باعث ہوگی۔

مذکورہ بالا روایت کے بارے میں ابن حجر عسقلانی کی تحقیق:

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اسی حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

قلت: ركان النسب فيه ما ذكره الطبري مستداً أن يزيد بن معاوية كان أقر على المدينة ابن عمه عثمان بن محمد بن أبي صفيان، فأوفد إلى يزيد جماعة من أهل المدينة منهم عبد الله ابن غسيل الملاحكة حنظلة بن أبي عامر وعبد الله بن أبي عمرو بن حفص المخزومي في آخرين فأكرمهم وأجازهم فرجعوا فأظهروا غيبه ونسبوه إلى شرب الخمر وغير ذلك (فتح الباری: ج ۱۳ ص ۸۷ مطبوعہ (المکبة الاشرفیہ، دیوبند)

میں ابن حجر کہتا ہوں: اس بیعت کو توڑنے کا سبب جو علامہ ابن جریر طبری نے مستداً ذکر کیا ہے، یہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے اپنے چچا زاد بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا، اور اس نے اہل مدینہ کی ایک جماعت کو بطور وفد یزید کے پاس بھیجا جس میں عبد اللہ بن حنظلہ اور عبد اللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی اور دوسرے لوگ بھی تھے، یزید نے ان کا اعزاز و اکرام کیا اور انعامات سے نوازا، لیکن جب یہ لوگ لوٹ آئے تو انہوں نے یزید کا عیب بیان کیا اور اس کو شرابی بتایا اور اس کے علاوہ بھی اس کے عیوب بیان کیے۔

مذکورہ بالا روایت کی مزید تفسیح:

اس جگہ دو تین باتیں خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے:

(۱) یہ کہ علامہ محمد بن جریر طبری نے جو سند اس روایت کی ذکر کی ہے اس میں ایک راوی ابو مخنف ہے جس کا اصل نام لوط بن یحییٰ ہے اور وہ غیر معتبر راوی ہے اور اس کے بارے میں ابن عدی فرماتے ہیں: "شیعی محرق" کہ جلا بھنا شیعہ ہے۔

لیکن اس کے باوجود حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اس سند پر کوئی جرح نہیں کی؛ بلکہ خاموشی سے گذر گئے جو روایت کو قبول کرنے کی علامت ہے، حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ کا یہ طریقہ خود ان کے شایان شان نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس روایت میں ایک غیر معتبر اور غیر ثقہ راوی ہے، لیکن جو بات غیر معتبر شیعہ راوی نے نقل کی ہے دوسرے ثقہ اور

معتبر راوی بھی نقل کرتے ہیں، اس لئے روایت معتبر ہوگی، پھر راوی ۷۷ ہجری سے کچھ پہلے انتقال کر چکا ہے اور دوسری صدی ہجری سے پہلے پہلے جو شیعہ راوی گذرے ہیں وہ رافضی نہیں تھے اور محدثین نے دوسری صدی سے پہلے والے شیعہ کی روایت کو قبول فرمایا ہے، خود علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: أبان بن تغلب کوئی جس کی روایات کو امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام ابن ماجہ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، ان کو کئی محدثین نے عالی شیعہ بتایا ہے، ان کے متعلق امام ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وهو من اهل الصدق في الروايات وان كان مذهبه مذهب الشيعة وهو في الرواية صالح لا باس به، قلت هذا قول منصف.

ترجمہ: وہ روایت میں سچائی برتنے والوں میں سے ہے اگرچہ اس کا مذہب شیعہ کا مذہب ہے، لیکن نقل میں ٹھیک ٹھاک اور اور لا باس بہ ہے، منصفانہ بات یہی ہے۔ مزید لکھتے ہیں:

فالتشيع في عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل علي علي عثمان وان علياً كان مصيأ في حروبه، وان مخالفه مخطئ مع تقديم الشيخين وتفضيلهما، وربما اعتقد بعضهم أن علياً أفضل الخلق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإذا كان معتقداً ذلك ورعاً ديناً صادقاً مجتهداً فلا ترد روايته بهذا، لا سيما ان كان غير داعية، وأما التشيع في عرف المتأخرين فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضي الغالي ولا كرامة. (تهذيب التهذيب: ج ۱ ص ۶۳)

ابان بن تغلب جس کی وفات ۲۴۰ھ یا ۲۴۱ھ میں ہوئی اس کے متعلق محدثین کی یہ رائے ہے تو ابو جعفر لوط بن یحییٰ جس کی وفات ۱۷۰ھ سے کچھ قبل ہی ہوئی اس کی روایت کیوں قبول نہ کی جائے گی حالانکہ وہ متقدمین شیعہ میں سے ہے۔

۱۔ واكثره من رواية ابي مخنف لوط بن يحيى وقد كان شيعياً وهو ضعيف الحديث عند الأئمة۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۸ ص ۲۸۳)

شیعہ اور روافض کے درمیان فرق:

شیعہ اور رافضی میں فرق ہے، متقدمین کی طرف میں شیعہ اس شخص کو کہا جاتا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مخالفین کو خطا وار سمجھتا تھا، حالانکہ وہ حضرات یسین یعنی حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے تقدیم و فضیلت کا قائل ہوتا تھا اور کبھی کبھی اس کو بھی شیعہ میں ہی مانا جاتا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل المخلوق مانتا ہو، لیکن ایسا عقیدہ رکھنے کے بعد صادق القول دیدار پر ہیزگار اور عبادت گزار ہو تو صرف اس اعتقاد کی بنیاد پر اس کی روایت نہیں مردود قرار پائے گی، بالخصوص جبکہ وہ اپنے عقیدہ کی دعوت بھی نہ دیتا ہو، لیکن متاخرین کے عرف میں خالص رافضی پر تشیع کا اطلاق ہونے لگا اب رفس بمعنی تشیع ہو گیا تو اس کی گنجائش نہیں رہ گئی۔

لیکن حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی روایت صرف اسی بنیاد پر قبول نہیں کی ہے، بلکہ دوسروں سے بھی مروی ہونے کی وجہ سے قبول کی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ خلافت کے ابتدائی دور میں یزید کی کارکردگی:

دوسری بات اس جگہ یہ بھی دھیان میں رہنی چاہئے کہ یزید بن معاویہ جب خلیفہ ہوا تو اس سال امراء و عمال میں کوئی تبدیلی نہیں کی؛ بلکہ اس سال اپنے والد کے امراء و نوابوں کو ہی برقرار رکھا، البتہ ایک دو سال کے بعد اس نے تبدیلیاں ضرور کیں اس کو ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں فرمایا ہے۔

فاقر نواب ابیہ علی الأقالیم ولم یعزل احداً منهم، وهذا من ذکاتہ.

(البدایہ والنہایہ: ص ۲۱۳ ر ج ۸)

ایک سال بعد ۶۱ھ میں اور ۶۲ھ میں بستان و خراسان سے دونوں بھائیوں عباد و عبد الرحمن کو خراسان اور بستان سے ہٹا کر مسلم بن زیاد کو دونوں جگہ کا گورنر بنا دیا، ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فقیہا ولی یزید بن معاویہ مسلم بن زیاد سجستان و خراسان حسین
وفد علیہ ولہ من العصر أربع وعشرون سنة وعزل عنها اخوید عباداً
وعبدالرحمن۔ (البداية والنهاية: ج ۸، ص ۲۹۶)

یہی بات علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ اپنی تاریخ کماثل میں بھی لکھی ہے فرماتے ہیں:
فولاه خراسان وسجستان اسی سال مسلم بن زیاد کو خراسان و سجستان کا والی
بنایا۔ (اکامل لابن اثیر: ج ۱، ص ۶۳۲)

اس کے بعد ۶۲ھ میں یزید نے مدینے سے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو معزول کر دیا
اور اس کی جگہ عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ کا والی مقرر کر دیا اور واقعہ حرہ کے وقت یہی
مدینہ کا والی تھا اور یہ تاریخ کا تجربہ کار اور نو عمر بھی تھا، علامہ ابن کثیر البدایہ والنهاية: ج ۸، ص ۳۰۲
پر اور علامہ ابن اثیر تاریخ اکامل: ج ۱، ص ۶۳۲ پر لکھتے ہیں:

ف عزل یزید الولید ولی عثمان بن محمد بن ابی سفیان
وهو فتی غر حدث لم یجرب الأمور۔
اسی ۶۲ھ میں یزید نے ولید بن عتبہ کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ عثمان بن محمد کو مدینہ کا
والی بنادیا اور وہ تاریخ کا تجربہ کار اور نو عمر اور بھولا بھالا تھا۔

سابقہ تاریخی شواہد اور محدث اعظمی کی تحقیق میں عدم مناسبت:

پہلی بات علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مورخ محمد بن جریر طبری سے نقل کی ہے اور
یہی بات حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن اثیر بھی لکھ رہے ہیں، لیکن محدث جلیل محقق کبیر حضرت
مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے نہ معلوم کہاں سے اور کیسے اس کے برخلاف لکھ دیا۔
بعض تاریخی بیانات کی بنا پر کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ اس نے ولید بن عتبہ کو ولایت مدینہ سے
..... معزول کر دیا تھا، لیکن یہ شبہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ یزید نے ولید بن عتبہ کو

ولی ہذا النہ۔ (ابی احدی و ستین) عزل یزید عن إمرة الحرمین عمرو بن سعید وأعاد إليها
الولید بن عتبہ بن ابی سفیان فولاه المدينة۔ (البداية والنهاية: ج ۸، ص ۲۹۷)

معزول کرنے کے بعد پھر مدینہ کا والی مقرر کر دیا تھا دیکھو ابن اشعر بن سحر ص ۵۰۵، تبصرہ بر شہید کر یا و یزید صفحہ ۳۲۔

حضرت مولانا نے یہ نہیں بتایا کہ ۶۲ھ سے پہلے دوبارہ مدینے کا والی بنایا تھا یا ۶۲ھ کے بعد، میرا دعویٰ ۶۲ھ کے بعد دوبارہ والی نہ بنانے کا ہے، مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے مزید لکھ دیا: ”بہر حال اپنے والد کے کسی والی کو یزید نے بالکلیہ معزول نہیں کیا۔“ یہ بات بھی مولانا مرحوم کی بالکل خلاف تحقیق ہے، یہ صرف اتنا ہی مولانا نے لکھا، تو ثابت بھی غلط ہوتا، مزید اس پر ستم یہ فرما دیا کہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ پر انشراح یہ بھی دے ڈالا کہ: ”اگر مہتمم صاحب کے علم میں اس کے خلاف ایک بھی تاریخی شہادت موجود ہو تو ہم کو اس بیان سے رجوع کرنے میں مطلق تامل نہیں ہوگا، لیکن محض تحریر اور صرف انکل سے بلا ثبوت و بے حوالہ مہتمم صاحب یا ان سے بھی بڑے کسی عالم کا یہ کہہ دینا کہ یزید عموماً شیوخ کو ہٹا کر صبیان کو نامزد کرتا تھا، انصاف کی رو سے قابل قبول نہیں، مہتمم صاحب کو سوچنا چاہیے کہ یزید فاسق سہی مگر مسلمان تھا، کافر نہیں تھا اور کافر بھی ہوتا تو یہ کس طرح جائز ہے کہ بے سرو پا الزامات اس کے سر تھوپے جائیں۔“ (تبصرہ بر شہید کر یا و یزید: ص ۳۳)

سطور بالا میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی، محدث ابن کثیر علامہ طبری علامہ ابن اشعر نے لکھا ہے کہ یزید نے نا تجربہ کاروں اور کم عمر نو جوانوں کو مدینہ منورہ اور خراسان و بھستان کا والی بنایا تھا اور واقعہ حرہ کے وقت بھی مدینہ کا والی عثمان بن محمد کو بتا رکھا تھا،

۱۔ اولہم یزید علیہ مایستحق و کان غالباً ینزع الشیوخ من امارۃ البلد ان الکبار و بولہا الا صاغر من اقاربہ۔ عمدۃ القاری: ج ۲۲/ ص ۲۶۱۔ اور ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ وان اولہم یزید کما دل علیہ قولہ ابی ہریرۃ رأس السنین و امارۃ الصبیان فان یزید کان غالباً ینزع الشیوخ من امارۃ البلدان الکبار و بولہا الا صاغر من اقاربہ۔ فتح الباری: ج ۱۳/ ص ۱۳، مکتبہ اشرفیہ دیوبند۔

۲۔ دوبارہ ولید بن عقبہ کو مدینہ کا والی ۶۱ھ میں بنا گیا تھا، لیکن ۶۲ھ کی معزولی کے بعد عثمان بن محمد والی مدینہ بنائے گئے، جو کم عمر نا تجربہ کار تھے اور واقعہ حرہ کے وقت بھی والی مدینہ تھے۔

یہ تینوں باتیں ایک سے زیادہ تاریخی حوالوں سے ثابت کر دی گئی ہیں اور تاریخی حوالے بھی درج کئے گئے ہیں، محدث جلیل مولانا حبیب الرحمن علیہ الرحمہ نے ابن اثیر: ج ۳ ص ۳۰۵ کے حوالے سے جو غلط بات لکھی افسوس کہ ابن اثیر کی عبارت نہیں نقل فرمائی ہے جس کی وجہ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اتنے بڑے عالم محدث اور محقق کیلئے ایسی غلط بات ان کی شان کیلئے کتنا بڑا عیب ثابت ہوتی ہے، ولید بن عتبہ کا معزول ہونا تو معلوم اور متفق علیہ امر ہے، واقعہ حرہ کے وقت تک مدینہ کا والی عثمان بن محمد کا ہونا علامہ ابن کثیر بھی لکھ رہے ہیں۔ ابن اثیر فرماتے ہیں:

سنة ثلاث وستين كان اول وقعة الحرّة ما تقدّم من خلع يزيد:
فلما كان هذه السنة أخرج أهل المدينة عثمان بن محمد بن
أبي سفيان عامل يزيد وحصروا بني أمية بعد بيعتهم عبد الله بن
حنظلة. (تاریخ ابن اثیر ج اول ص ۶۳۷، اور قدیم نسخہ ج ۴ ص ۱۱۲)

۶۳ھ اور واقعہ حرہ کا تذکرہ:

واقعہ حرہ کی شروعات جیسا کہ پہلے گذرا یزید کی بیعت توڑنے سے ہوئی جب یہ سال شروع ہوا تو اہل مدینہ نے یزید کے عامل عثمان بن محمد کو نکال دیا اور بنو امیہ کا حصار کر لیا اور انہوں نے عبد اللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد یہ سب کچھ کر لیا۔

اس بیان سے صاف طریقے سے واضح ہے کہ ابن اثیر کے نزدیک اس سال تک مدینہ کا والی عثمان بن محمد تھا اور ظاہر ہے کہ دوبارہ ولید بن عتبہ کو مدینہ کا والی بنایا ہوگا تو اس کے پہلے ہی بنایا ہوگا کیونکہ ذی الحجہ ۶۳ھ میں واقعہ حرہ پیش آیا ہے اور ربیع الاول ۶۳ھ میں صبیانی پارٹی کے دو ارکان (۱) خود یزید (۲) عبید اللہ بن زیاد والی عراق پھر ۲۲ سال عثمان بن محمد عامل مدینہ کو عمرونا تجربہ کار تھے تینوں میں کوئی حضرت معاویہ کے زمانہ میں کہیں کے والی نہ تھے، تینوں یزید کے قریبی رشتہ دار بھی تھے اور کم عمر بھی۔

یزید بن معاویہ کا انتقال ہو جاتا ہے واقعہ حرہ اور وفات یزید کے درمیان کل تین مہینے کا واقعہ ہے اس تین مہینے کے اندر ولید بن عتبہ کو دوبارہ مدینہ کا والی بنانا ابن اشیر کے حوالے سے نقل کرنا سہو انہی ممکن ہے ورنہ ابن اشیر کے جلد اور صفحہ کا حوالہ دیکر نقل کرنا صرف اور صرف ایک غلطی نہیں بلکہ ابن اشیر پر تہمت لگانا اور علمی دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔

۶۳ھ کے بیان میں ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وفي هذه السنة توفي يزيد بن معاوية بحوارين من أرض الشام لأربع عشرة خلت من شهر ربيع الأول وهو ابن ثمان وثلاثين سنة في قول بعضهم، وقيل: تسع وثلاثين، وكانت ولاية ثلاث سنين وستة أشهر وقيل توفي في ربيع الأول سنة ثلاث وستين وكان عمره خمساً وثلاثين سنة وكانت خلافه ستين وثمانية أشهر والأول أصح. (ابن اشیر ج اول ص ۶۴)

اسی ۶۳ھ میں ۱۴ ربیع الاول کو، شام کے گاؤں حوارین میں، اڑیس سال کی عمر میں یزید بن معاویہ کی وفات ہوئی، بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ یزید کی عمر انچالیس سال تھی اور اس کی حکومت ساڑھے تین سال کی تھی، ایک قول یہ ہے کہ اس کی وفات ربیع الاول ۶۳ھ میں ہوئی اور اس کی عمر ۳۵ سال کی تھی اور اس کی حکومت دو سال آٹھ مہینہ رہی، پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔

لہذا ابن حجر علیہ الرحمہ کا یہ بیان کہ مدینہ کا وفد عثمان بن محمد نے بھیجا تھا اور حرہ کا واقعہ بھی اسی کے زمانہ ولایت میں پیش آیا بالکل صحیح ہے اور ابن اشیر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

یزید کے شراب پینے کی روایات:

محدث اعظمیؒ نے یزید کے شراب پینے کے واقعہ کو یزید پر ایک قسم کا الزام لکھا ہے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی روایات کی روشنی میں اس کی تحقیق کی جائے:

اس تعلق سے عرض ہے کہ یزید کے شراب پینے کا واقعہ صرف طبری سے یا صرف کسی

ایک ہی سند سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت متعدد سندوں سے ہے اور صرف تاریخوں سے ہی ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے متعدد سندوں اور احکام کو ثابت کرنے والی صحیح حدیثی سندیں بھی موجود ہیں جیسا کہ اس کا بیان بعد میں ہوگا۔

علامہ ذہبی کی تحقیق:

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں:

وقال الواقدي: أخبرنا ابن أبي ذئب عن صالح بن أبي حسان أخبرنا اسماعيل بن ابراهيم المخزومي عن أبيه وحدثنا سعيد بن محمد بن عمرو بن يحيى عن عباد بن تميم كل قد حدثني قالوا لما وثب اهل الحرة أخرجوا بني أمية عن المدينة واجتمعوا على عبد الله بن حنظلة وبأنعيم على الموت، قال يا قوم اتقوا الله فوالله ما خرجنا على يزيد حتى خفنا أن نرمى بالحجارة من السماء، إنه رجل ينكح امهات الأولاد والبنات والأخوات ويشرب الخمر ويدع الصلاة الخ. (تاريخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۳)

واقدی کہتے ہیں مجھے کو ابن ابی ذئب نے خبر دی ہے وہ صالح بن حسان سے روایت کرتے ہیں ان کو اسماعیل بن ابراہیم مخزومی نے بتایا اور وہ اپنے والد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور مجھے سعید بن محمد عمرو بن یحییٰ نے عبادہ بن تمیم سے حدیث بیان کی ہے کہ جب اہل حرہ کو دپڑے اور بنی امیہ کو مدینے سے باہر نکالا اور عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر کے اکٹھے ہوئے تو انہوں نے کہا بخدا ہم لوگ یزید کے خلاف اس وقت نکلے جب ہم کو آسمان سے سنگ سار کئے جانے کا خطرہ ہوا، وہ یزید ام ولد اور ام ولد کی بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کرتا ہے اور شراب پیتا ہے نمازیں چھوڑتا ہے۔

اس جگہ یہ بات یاد دہانی چاہئے کہ عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ شراب

خوری اور دیگر حرام کاری کی یزید کے بارے میں خبر دے رہے ہیں، اس لئے سبالی جھوٹ نہیں بول سکتا ہے، اب اس روایت کی دوسندیں ہیں۔

پہلی سند

(۱)..... محمد بن عبد الرحمن بن المغیرہ بن الحارث جو ابن ابی ذئب ہیں، یہ ثقہ ہیں۔
(دیکھئے تہذیب المعجم ج ۵ ص ۱۹۵)

(۲)..... صالح بن ابی حسان، ثقہ۔ (تہذیب المعجم ج ۲ ص ۵۲۸)

(۳)..... اسماعیل بن ابراہیم مخزومی التونی ۱۶۹ھ ثقہ۔ (تہذیب المعجم ج ۱ ص ۱۷۳)

(۴)..... ابو ابراہیم بن عبد الرحمن مخزومی بخاری کے راویوں میں ہیں اور ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب المعجم ج ۱ ص ۹۱)

دوسری سند

(۱)..... سعید بن محمد در حقیقت عمرو بن یحییٰ التونی ۱۴۰ھ ثقہ ہیں۔ المعجم ج ۲ ص ۳۹۲۔ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ الانصاری المازنی المدنی۔

(۲)..... عبادہ بن تمیم غلط ہے، یہ نام عباد بن تمیم ہے۔

(دیکھئے تہذیب المعجم ج ۳ ص ۶۲، ۶۳، تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۱۶۱)

مذکورہ بالا روایت کی سندوں کی تحقیق:

بخاری میں دو جگہ یہ سند موجود ہے (۱) جلد اول ص ۳۱۵۔ (۲) بخاری جلد دوم ص ۵۹۹۔ اور دونوں جگہ عمرو بن یحییٰ عن عبادہ بن تمیم ہے اور یہ سند صحیح ہے یہ گفتگو دوسری سند سے تعلق رکھتی ہے، پہلی سند میں کوئی کلام کی گنجائش نہیں ہے وہ تو بالکل صحیح اور بے غبار ہے سند ہے البتہ محمد بن عمرو اقدی جنہوں نے یہ سند نقل کی ہے اس میں کلام ہے مگر حافظ ذہبی نے ان کو زیادہ سے زیادہ ضعیف قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں:

وقد تقرر أن الواقدي ضعيف. اور یہ بات طے ہو چکی ہے کہ واقدی ضعیف ہے۔

۱۔ سعید بن محمد بن عمر بن یحییٰ مجھے کوئی راوی نہیں ملے۔

اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

ان وزنه عندی انه مع ضعفه یکتب حدیثه ویروی لانی لا اتهمه
بالوضع، وقول من اهدره فیه مجازفة من بعض الوجوه کما انه
لا عبرة بتوثیق من وثقة..... إذ قد انعقد الإجماع الیوم انه لیس

بحجة، وان حدیثه فی عداد الواهی. (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۵۵۰)

میرے نزدیک اس کا وزن یہ ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے
گی کیونکہ وہ متہم بالوضع نہیں ہے اور جنہوں نے اس کی بات کو غلط اور بیکار ٹھہرایا
ہے ان کی بات میں تھوڑا سا نکل پنا اور مجازفت ہے جیسا کہ ان لوگوں کی توثیق کا
بھی کوئی اعتبار نہیں ہے جنہوں نے اس کو ثقہ کہا ہے کیونکہ آج اس پر اجماع
ہو چکا ہے کہ وہ قابل حجت نہیں اس کی روایت ضعیف راویوں میں شمار ہوتی۔

قریب قریب یہی فیصلہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے واقدی کے سلسلہ میں
تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۳۶ پر لکھا ہے: وقد استقر الاجماع علی وھن الواقدی
واقدی کے ضعف پر اجماع ہو چکا ہے۔ اس لئے محمد بن عمر واقدی ضعیف تو ہیں لیکن کاذب غیر
معتبر اور بالکل کنڈم راویوں میں سے نہیں ہیں، اس کی ایک سند میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بھی
ایک ضعیف راوی گذر چکے ہیں اور یہ قاعدہ اصول حدیث کا آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب دو مختلف
سندوں میں الگ الگ دو راوی ضعیف ہو تو تعدد طرق کی بنیاد پر روایت قابل اعتبار ہو جاتی ہے
اور ان میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس سے احکام میں استدلال کرنا جائز ہو جاتا ہے۔
اس لئے ابو مخنف کے ساتھ واقدی کا ہونا سند میں قوت پیدا کر دیتا ہے۔ شیخ عبدالحق

محدث دہلوی فرماتے ہیں:

والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغيره

ایضاً، (مقدمہ مشکوٰۃ الشیخ عبدالحق ص ۲)

اور وہ ضعیف حدیث جو تعدد طرق کے ذریعہ حسن لغیرہ کے مرتبہ کو پہنچ جائے

وہ بھی بالا جماع قابل احتجاج ہوتی ہے۔

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شرح نخبة الفکر میں لکھتے ہیں:

بان یکون ضعیفا فی نفسه لکن کثرت طرقہ او اعتضد بحديث

صحيح. (شرح شرح نخبة الفکر ص ۲۳۶)

بایں طور کہ بذات خود حدیث ضعیف ہو مگر اس کی سندیں زیادہ ہو یا اس کی سند

کے لئے کوئی صحیح السند حدیث کی مدد بھی موجود ہو۔

یعنی حدیث ضعیف کی کئی سندیں پائی جاتی ہو یا ایک صحیح السند حدیث سے اس کی مدد

ثابت ہو جاتی ہو تو وہ متعدد الطرق اور صحیح سند سے تقویت کے بعد وہ ضعیف السند بھی

بالا جماع قابل استدلال اور لائق احتجاج ہو جائے گی اس میں محدثین کا کوئی اختلاف نہیں

ہے اور راوی کا صرف شیعہ ہونا بھی مضر نہیں ہوگا؛ کیونکہ ابوحنیفہ لوط بن یحییٰ یا محمد بن عمر

واقدی دونوں متقدمین یعنی دو صدی کے قبل والوں کی اصطلاح میں شیعہ ہیں جو شیعہ داعیہ

یعنی متاخرین کی اصطلاح والے شیعہ بمعنی رافضی نہیں ہیں اور روایت صرف ایک ضعیف

روایت ہے جو اجساد اور تائید کی بنیاد پر تعدد طرق کے بعد بالاتفاق قابل استدلال ہوگی

اور یہاں مسئلہ زیر بحث میں صرف یہی دو ضعیف روایتیں نہیں ہیں؛ بلکہ تیسری ضعیف

روایت بھی پائی جاتی ہے بلکہ ایک صحیح روایت اور کئی مرسل اور منقطع روایتیں بھی پائی جاتی

ہیں، جیسا کہ بعد میں آئے گا، فی الحال ایک تیسری ضعیف روایت اور پڑھ لیجئے محدث

طبرانی فرماتے ہیں اور ان سے محقق محدث ابن کثیر علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں:

قال الطبرانی: حدثنا محمد بن زکریا الغلابی حدثنا ابن عائشة

عن أبيه قال کان یزید فی حدائثہ صاحب شراب (۱) یاخذ ماخذ

(۱) یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ عربی میں شراب کے معنی صرف مشروب کے ہیں اور مشروب ہر قسم کے

مشروبات کو کہتے ہیں، صرف خمر کے لئے خاص نہیں ہے، جواباً عرض ہے مشروب لفظ شراب عام کے معنی

میں ہے لیکن قرینہ کی وجہ سے خاص خمر پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ مسلم کی حدیث کل شراب اسکر

لہو حرام میں بولا گیا ہے۔ دیکھئے مسلم۔

الأحداث، فاحسن معاوية بذلك فاحسب ان يعظه في رفق
(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۲)

اس سند میں کل چار درج ذیل راوی ہیں:
(۱)..... الحافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ۔
(۲)..... محمد بن زکریا الغلابی البصری المتوفی ۲۹۰ھ ذکرہ ابن حبان فی الثقات
وقال يعتبر به إذا روى عن ثقة. الروض الدانی ج ۲ ص ۱۱۸، ومع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۰،
وقال الصفدی فی الوافی بالوفیات ج ۲ ص ۶۳: عداة فی الضعفاء۔

(۳)..... ابن عائشة هو عبد الله بن محمد بن حفص بن عمر بن
موسی المعروف بالعیشی والعائشی وابن عائشة من ولد عائشة بنت
طلحة صدوق ثقة المتوفی ۵۲۸ھ۔ تهذيب التهذيب ج ۳ ص ۳۲۔

(۴)..... ابو ابن عائشة هو محمد بن حفص بن عمر بن موسى
البصري ثقة، علامه زين الدين القاسم ابن قطلوبغا نے اپنی کتاب ”الثقات ممن لم يقع فی
الکتب الستہ، جلد ۸ ص ۲۵۵ پر ثقات میں شمار کیا ہے اور امام بخاری نے التاریخ الکبیر ج ۱
ص ۱۶ میں اور محدث ابن حاتم نے الجرح والتعديل ج ۷ ص ۳۱۷ پر ان کا ذکر کیا ہے۔

یزید کے فاسق اور شرابی ہونے پر ناقابل انکار دلائل و شواہد:

محدث طبرانی سے مذکور الصدر روایت نقل کی گئی ہے جس کے راویوں میں سب ثقہ
ہیں صرف ایک محمد بن زکریا غلابی ضعیف ہیں اور وہ ثقہ سے روایت کر رہے ہیں، اس لئے
قابل اعتبار اور دوسرے راویوں کی وجہ سے لائق اعتماد بھی ہیں، ابھی تک جو روایتیں نقل کی
گئیں ہیں اور ان سے یزید کا شراب خور ہونا ثابت کیا گیا ہے، الگ الگ سب ضعیف
روایتیں تھیں اس لئے تعدد طرق کی بنیاد پر ان کو قابل استدلال قرار دیا گیا ہے۔ اب ایک
صحیح روایت بھی اس کے شراب خور ہونے کی دلیل میں پیش کی جا رہی ہے، اس کو بغور
ملاحظہ فرمائیں اور اچھی طرح غور و فکر سے کام لیجئے۔

علامہ ذہبی اس کا مختصر تذکرہ اپنی دو کتابوں میں کر رہے ہیں اور ابن کثیر بھی التہذیب جلد ۸ ص ۳۲۸ پر اس روایت کو مکمل طور پر نقل فرما رہے ہیں۔

حافظ ذہبی علیہ الرحمہ اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۲۰۹ پر لکھتے ہیں:

عن صخر بن جویبر عن نافع قال مشی عبد اللہ بن مطیع وأصحابہ إلى ابن الحنفیة فأرادوه علی خلع یزید فأبی فقال ابن مطیع: إنه یشرّب الخمر ویترک الصلاة ویعدی حکم الكتاب، قال ما رأیت ما تذکره، وقد أقمت عنده، فرأیته مواظباً للصلاة متحرراً للخیر یسال عن الفقه قال، ذاک تصنع وریاء. (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۲۰۹)

اور علامہ ذہبی علیہ الرحمہ اپنی دوسری کتاب تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۸ پر لکھتے ہیں:

وزاد فیہ المحدثی عن صخر عن نافع فمشی عبد اللہ بن مطیع وأصحابہ إلى محمد بن الحنفیة فأرادوه علی خلع یزید فأبی وقال ابن مطیع: إن یزید یشرّب الخمر ویترک الصلاة ویعدی حکم الكتاب، قال: ما رأیت منه ما تذکرون، وقد أقمت عنده فرأیته مواظباً للصلاة متحرراً للخیر یسال عن الفقه قال: کان ذالک منه تصنعاً لک وریاء. (تاریخ الاسلام المذہبی جلد دوم ص ۳۸۷)

اور اس روایت کو حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ پوری سند کے ساتھ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۳۲۸ و ۳۲۹ پر بحوالہ المدائنی لکھتے ہیں:

وقد رواہ أبو الحسن علی بن محمد بن عبد اللہ بن أبی سیف للمدائنی عن صخر بن جویبر عن نافع عن ابن عمر فذکر مثله، ولما رجع أهل المدینة من عند یزید مشی عبد اللہ بن مطیع وأصحابہ إلى محمد بن الحنفیة فأرادوه علی خلع یزید فأبی

عليهم فقال ابن مطيع إن يزيد يشرب الخمر ويترك الصلاة
ويتعدى حكم الكتاب فقال لهم، ما رأيت منه ما تذكرون وقد
حضرته وأقمت عنده فرأيت موافقاً على الصلاة متحريراً للخير
يسأل عن الفقه ملازماً للسنة قالوا: فإن ذلك كان منه تصنعاً
لك، فقال وما الذي خاف مني أو رجاحتني يظهر لي الخشوع
أفأطلعكم على ما تذكرون من شرب الخمر فلئن كان أطلعكم
على ذلك إنكم لشر كافؤه وإن لم يكن أطلعكم فما يحل لكم
أن تشهدوا بمالم تعلموا، قالوا: إنه عندنا لحق، وإن لم تكن
رأيناه، فقال لهم: أبى الله ذلك على أهل الشهادة، فقال (إلا
من شهد بالحق وهم يعلمون) [الزخرف: ٨٦] ولست من أمركم

في شيء قالوا: إذا نكرهك. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۹)

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ کی نقل کردہ دونوں کتابوں کی عبارتوں میں حافظ ابن کثیر علیہ
الرحمہ کی نقل کردہ اس عبارت کی سند کے اندر ایک فرق یہ ہے کہ ذہبی عن نافع کے بعد
عن ابن عمر نہیں لکھتے ہیں اور حافظ ابن کثیر عن ابن عمر ذکر حدیثہ کا اضافہ بھی
فرماتے ہیں جو میرے خیال میں غلط ہے۔

مولانا اعظمی سے منقول عربی عبارت کا ترجمہ:

میں اس عربی کی نقل کردہ لمبی عبارت کا ترجمہ حضرت علامہ حبیب الرحمن اعظمی علیہ
الرحمہ کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں لیکن پہلے یہ بتا دوں کہ اس واقعہ کی سند میں کل تین راوی
ہیں تینوں اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں۔

(۱)..... امام ابوالحسن المدائنی جن کا پورا نام علی بن عبد اللہ بن ابی سیف ہے اور ان کی
تاریخ ولادت ۱۳۲ھ اور وفات ۲۲۳ھ یا ۲۲۵ھ ہے یہ نہایت ثقہ ہیں۔

(دیکھئے تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۱۰۴)

(۲) سحر بن جویہ التونی ۱۶۰ھ سے زیادہ ثقہ ہیں۔

(میرا اعلام النبلاء ج ۵ ص ۲۵۸ تہذیب احمد ج ۲ ص ۵۳۳)

(۳) نافع مولیٰ بن عمر التونی ۱۹۰ھ ثقہ۔ (تہذیب احمد ج ۵ ص ۶۰۶)

اس لئے یہ روایت سند کے لحاظ سے نہایت مضبوط اور پختہ ہے، کسی قیل وقال کی قابل ذکر کوئی وجہ نہیں ہے۔ سند کے تعلق سے اس وضاحت کے بعد مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کا ترجمہ پڑھئے:

”ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب مدینہ والوں کا وفد شام سے واپس آیا تو عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھی ابن الحنفیہ کے پاس آئے اور ان کو بھی خلع بیعت پر آمادہ کرنا چاہا تو انہوں نے انکار کر دیا پھر ان میں اور عبداللہ ابن مطیع میں یہ گفتگو ہوئی:

عبداللہ بن مطیع: یزید شراب پیتا ہے اور نماز ترک کرتا ہے اور کتاب اللہ کے حکم سے تجاوز کرتا ہے۔

ابن الحنفیہ: میں نے وہ باتیں نہیں دیکھیں جو تم ذکر کرتے ہو حالانکہ میں اس کے پاس گیا ہوں اور اس کے پاس ٹھہرا ہوں، میں نے تو اس کو برابر پابند نماز اور خیر کا طالب اور اس کا قصد کرنے والا دیکھا ہے وہ احکام شرع کو پوچھتا رہتا ہے اور میں نے اس کو سنت کا التزام کرنے والا دیکھا ہے۔

عبداللہ بن مطیع: وہ یہ سب دیکھانے کے لئے بناوٹی کرتا تھا۔

ابن الحنفیہ: مجھ سے اس کو کیا خوف تھا یا کیا امید تھی کہ وہ میرے لئے خشوع

ظاہر کرے گا اچھا تم جو اس کی شراب خوری کا ذکر کرتے ہو تو کیا اس نے تم کو

اس پر مطلع کیا ہے، تو تم اس کے شریک (بزم و حریف بادہ) ہو اور اگر اس نے

تم کو مطلع نہیں کیا ہے تو تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ جس بات کا تم کو علم نہیں

اس کی شہادت دو۔

عبدالحق بن مطیع: ہمارے نزدیک تو وہ حق ہے اگرچہ ہم نے دیکھا نہیں ہے۔
 ابن الحنفیہ: اللہ تعالیٰ نے شہادت دینے والوں کو اس کی اجازت نہیں دی ہے
 بلکہ انکار کیا ہے اور فرماتا ہے "الّا من شہد بالحق وہم یعلمون" اور میں
 تمہارے اس کام سے بیزار ہوں یا مجھ کو تمہارے اس کام سے کوئی سروکار نہیں۔
 یہی یہ ہے کہ کل ثبوت یزید کے فسق و فجور کا اور یہ ہے اس ثبوت پر حضرت علی مرتضیٰ
 کے فرزند امام ربانی حضرت محمد بن الحنفیہ کی شرعی جرح اور یہ ہے ان کا قرآنی فتویٰ یزید
 قاسی و قاسی کے لئے ثابت کرنے کے جواز و عدم جواز کے باب میں۔"

(تیسرے یہ شہید کربلا و یزید میں)

مولانا اعظمی کا مذکورہ بالا تبصرہ اور اس کا تجزیاتی مطالعہ:

مولانا اعظمی علیہ الرحمہ کے اس تبصرہ پر مجھ کو جو کچھ عرض کرنا ہے وہ تو بعد میں عرض
 کروں گا، سب سے پہلے ایک بار پھر یہ عرض کر دوں: یہ تاریخی بات یا کمزور ضعیف یا غیر
 معتبر روایت نہیں ہے کہ صرف پڑھ کر کوئی گزر جائے؛ بلکہ یہ روایت نہایت مضبوط سند کے
 ساتھ مروی ہے اور روایت کرنے والے عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ جیسے صحابی اور محمد بن
 حنفیہ جیسے عالم اور تابعی سے مباحثہ اور تکرار کے درمیان نقل کر رہے ہیں اس لئے یہ صرف
 کسی تاریخی روایت کا انکار نہیں ہے؛ بلکہ صحیح الاسناد اور احکام ثابت کرنے والی حدیث
 روایت کا انکار کرنا ہے اور یہ وہ دروازہ کھولنا ہے کہ جس کے کھل جانے کے بعد شریعت کے
 کسی بھی ثابت شدہ حکم کو جھٹلانے کے لئے اجازت فراہم کرنا آسان بنا دے گا، اس لئے
 اس روایت کی صحت کے بعد اس پر غور و فکر سے کام لینے کی ضرورت ہے، اس لئے راویوں
 پر کلام فرما کر فرما کر چکا ہے کہ سب ثقہ ہیں اور روایت متصل الاسناد اور صحیح ہے، اب آپ
 عبد اللہ بن مطیع صحابی اور محمد بن حنفیہ کی گفتگو جس کو علامہ اعظمی علیہ الرحمہ شرعی جرح کا
 دے رہے ہیں اس پر غور فرمائیے۔

حضرت محمد بن الحنفیہ علیہ الرحمہ نے اپنی گفتگو میں پہلی جرح یہ فرمائی ہے کہ یزید

شراب پیتا ہے تو کیا اس نے تم کو اس بات کی اطلاع دی ہے؟ اگر اطلاع دی ہے تو تم اس کے شریک بزم اور حریف بادہ ہو، میں مولانا عظمیٰ مرحوم یا ان کی جگہ کوئی دوسرا عالم بھی جو ان کی قائم مقامی کرتا ہو اس سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جرح شرعی کہلانے کے لائق ہے؟ کیا شراب پینے والا کسی کو اپنے پینے کی اطلاع دینے کی وجہ سے جس کو مطلع کرے گا وہ شخص شریعت کے نزدیک شریک بزم اور حریف بادہ ٹھہرے گا، اگر کوئی شرابی اقرار کسی کو اطلاع دے اور کسی کے سامنے شراب خوری کی اطلاع اور اقرار کرے تو سب مطلع ہونے والے افراد اس شرابی کے شریک بادہ اور شرعاً مجرم ٹھہریں گے؟ کیا یہی جرح مولانا عظمیٰ کے نزدیک شرعی جرح ہے؟ کیا یہی محمد بن الحنفیہ جیسے عالم ربانی کا مسلک تھا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کو شرعی جرح کہنا نہ صرف حضرت محمد بن حنفیہ کو شریعت سے جا مل کر ارادینا ہے بلکہ خود بھی شریعت سے جا مل بنا ہے، شراب خور کی اطلاع دینے پر جس کو مطلع کیا گیا ہے وہ نہ شریک بزم بنتا ہے نہ حریف بادہ قرار پاتا ہے۔

پھر اگر محمد بن حنفیہ کی گفتگو میں دوسری بات بھی بطور جرح دیکھی جائے تو ”الا من شهد بالحق وهم يعلمون“ ہے اور یہ قرآنی آیت بھی بے دیکھے شہادت کا انکار کرنے کی دلیل نہیں بنتی ہے بلکہ بے علم کے شہادت دینے کا انکار کرتی ہے، اور یہی آیت کا مفاد بھی ہے اور غور کیجئے کہ محمد بن حنفیہ کے کلام میں علم تحقیقی کو شہادت کی شرط تسلیم کر لیا گیا ہے۔

اور دیکھنا شرط نہیں مانا گیا اس لئے آیت مذکورہ کو دیکھنے کے لئے شرط شہادت قرار دینا محمد بن حنفیہ کی بات نہ سمجھنے کے مرادف ہے، اس لئے یہ بھی کوئی شرعی جرح قرار نہیں دی جاسکتی ہے اور خود عبداللہ بن مطیع نے یہ تشریح کر دی ہے کہ ہمارے نزدیک وہ یعنی یزید کا شراب پینا حق ہے اگرچہ ہم نے دیکھا نہیں ہے۔

حضرت محمد بن الحنفیہ کی جرح کا خلاصہ:

اس لئے محمد بن حنفیہ کی گفتگو میں صرف ایک جرح باقی رہ جاتی ہے کہ وہ یزید کے پاس خود گئے تھے لیکن ایسا کچھ دیکھا نہیں ہے جو عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے بتایا اس کا ایک

جواب تو خود عبد اللہ بن مطیع نے دیدیا ہے کہ یہ سب کچھ ریا کاری اور تصنع کی وجہ سے ہے۔
 دوسرا جواب یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ پہلے گئے تھے، وہ موجودہ حالت کے بارے میں نہیں
 رہے اور عبد اللہ بن مطیع ابھی ان کے بعد گئے ہیں، اس لئے ان کا بیان موجودہ حالت
 متعلق ہے، دونوں کے جانے کے درمیان تقریباً ایک سال کا وقفہ ہے، ایک سال پہلے کا
 شخص نہ پتا ہو اور ایک سال بعد پنے لگا ہو یا پہلے چھپ چھپا کر پتا ہو اور ایک سال بعد
 کھلا اعلان یہ پنے لگا ہو، اس لئے عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ کے بیان میں
 کوئی تضاد و اختلاف ہے، نہ کسی ناممکن بات کا بیان ہے بلکہ دونوں صحیح ہیں اور کسی پر کلام
 جرح ماننے کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو مولانا عظمیٰ کا علمی کمال ہی ماننا پڑے گا کہ انہوں نے
 ایک صحیح روایت کو جھٹلانے کے لئے روایت پر جرح کر ڈالی ہے، اس جگہ قارئین حضرات
 سے گزارش ہے کہ وہ یہ اعتراض نہ کریں کہ محدث اور محقق عظمیٰ علیہ الرحمہ پر روایت
 جھٹلانے کا الزام درست نہیں کیونکہ اس روایت پر تبصرہ حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے بھی
 ہے وہ فرماتے ہیں:

واعزل الناس علی بن الحسین زین العابدین وکلک عبد
 اللہ بن عمر بن الخطاب لم یخلعوا یزید ولا أحد من بیت ابن
 عمر قد مثل محمد ابن الحنفیة فی ذالک فامتنع اشد
 الامتناع وناظرهم وجادلهم فی یزید، ورد علیهم ما اتهموا یزید
 به من شربه الخمر وتركه بعض الصلوات کما میاتی مبسوطاً
 فی ترجمۃ یزید قریباً ان شاء اللہ. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۰۸)

اور لوگوں سے الگ رہے امام زین العابدین بن علی بن حسین اور اسی طرح
 الگ رہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ان دونوں نے یزید کی بیعت
 نہیں توڑی اور نہ ابن عمر کے گھر والے نے اور محمد بن حنفیہ سے بیعت توڑنے
 کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ شدت سے انکار کرتے رہے اور انہوں نے

بیعت توڑنے والوں سے مناظرہ مجادلہ بھی کیا اور انہوں نے اس بات کا رد بھی کیا کہ وہ شراب پیتا ہے یا بعض نمازیں ترک کر دیتا ہے جیسا کہ یہ بات شرح وسط کے ساتھ یزید کے ترجمہ میں عنقریب آئے گی۔

جواباً عرض یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے خیال میں محمد بن حنفیہ نے یزید کی بیعت توڑنے سے شدت سے انکار کیا اور نقص بیعت سے بالکل باز رہے اور جنہوں نے یزید پر نماز چھوڑنے اور شراب پینے کی بات کہی، انہوں نے اس کا رد کیا اور جنہوں نے بیعت توڑنے کے لئے زور دیا ان سے مناظرہ مجادلہ بھی کیا۔

یعنی ان کی بات کی تردید کی اور ان کو جواب دیا آپ اس جگہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ بھی تو وہی کہہ رہے ہیں جو ابن کثیر علیہ الرحمہ کہتے ہیں، تو میں عرض کروں نکاح کہ بات کا رد کرنا اور ہے اور جواب دینا اور بات ہے، اس کی وجہ اپنے ذاتی سابقہ علم کی مخالفت بھی بن سکتی ہے اور محمد بن حنفیہ نے اپنے سابقہ علم کو بیعت توڑنے والے حضرات کے سامنے بطور دلیل پیش بھی فرمایا ہے لیکن محمد بن حنفیہ عبد اللہ بن مطیع رحمۃ اللہ علیہ کا جھوٹ یا ان کی کذب بیان کو اپنی دلیل کہیں نہیں بنایا ہے، اس کو بطور دلیل کہیں نہیں پیش فرمایا ہے، اس کے برخلاف مولانا اعظمی نے عبد اللہ مطیع کو محمد بن حنفیہ سے بطور دلیل غلط بیان کرنے والا اور محمد بن حنفیہ کو عبد اللہ بن مطیع کی تکذیب کرنے والا بنادیا ہے اور یہ بھی لکھ مارا کہ:

اوپر تفصیل کے ساتھ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یزید کی زندگی میں سوائے اس وفد کے جو مدینے سے شام گیا تھا کسی نے بھی یزید کی شراب خواری وغیرہ کا کبھی کوئی ذکر نہیں کیا اور اس وفد کے بیان کی بھی خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے تکذیب کر دی ہے۔ (تبرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۷۴)

مجھے نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ مولانا اعظمی علیہ الرحمہ کو عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزید کئی دیگر صحابہ کے بارے میں محمد بن حنفیہ کی طرف تکذیب کی نسبت کرتے ہوئے جرأت کیسے ہوئی اور صحابہ کی طرف غلط بیانی اور جھوٹ بولنے کا الزام

رکھتے وقت مولانا اعظمی کی غیرت ایمانی اور عقیدت صحابہ کا جذبہ کہاں چلا گیا تھا، اگر اس واقعہ میں صرف عبد اللہ بن مطیع ایک ہی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو کہا جاسکتا کہ وہ صحابی نہیں تھے لیکن اگر صحابی ہونے سے ان کے انکار بھی کر دیا جاتا ہے تو بھی بالاتفاق ایک تابعی اور ثقہ راوی تو ہیں ہی پھر جھوٹ بولنے والا شخص جس کی محمد بن حنفیہ جیسا عالم ربانی تکذیب کرتا ہو وہ کسی طرح بھی مسلم شریف جیسی کتاب میں راوی بننے کا اہل باقی رہ جائے گا؟ جبکہ عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ مسلم شریف کے راویوں میں بالاتفاق شامل ہیں اور اس موقع پر ان کے ساتھ صحابہ میں بھی متعدد صحابہ موجود ہیں اور وہ سب بھی اس غلط بیانی اور کذب بیانی میں شریک ہیں؟ مولانا اعظمی نے جرأت اور بے باکی کے ساتھ تکذیب کر ڈالی اور محمد بن حنفیہ کے سر اس تکذیب کو ڈال دیا ہے اور صرف جواب دینے اور رد کرنے پر اکتفا کیوں نہیں کیا جیسا کہ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے انہیں باتوں پر اکتفا کیا ہے۔

اس لئے مولانا اعظمی اور حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ میں بڑا فرق ہے، حضرت زین العابدین حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت توڑنے کا انکار کر کے اعتزال اور سب سے الگ تھلگ رہنے پر اکتفاء فرمایا، نہ بیعت توڑنے والوں سے الجھے نہ یزید کی حمایت میں شریک جنگ ہوئے، نہ اس کے شام سے آئے ہوئے لشکر میں شریک ہوئے نہ خلیفہ وقت یزید کی حمایت میں جنگ کے اندر شریک ہوئے؛ بلکہ ایک طرف کنارے ہو گئے حالانکہ انہوں نے یزید کی طرف منسوب کئے گئے شراب نوشی اور ترک نماز وغیرہ کا الزام صرف جھوٹ و خالص الزام و تہمت سمجھا ہوتا تو ان کی ذمہ داری تو صرف علیحدہ ہو جانے اور ایک طرف کنارے ہو جانے سے وہ شرعی ذمہ داری سے بری نہ ہو جاتے پھر حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پر غور فرمائیے وہ محمد بن حنفیہ کی گفتگو پر تبصرہ کرتے ہیں:

ناظرہم وجادلہم وردہم فی یزید وردہ علیہم ما اتہموا یزید بہ.

محمد بن حنفیہ نے ان سے مناظرانہ گفتگو فرمائی بلکہ ان سے جدال (یعنی کٹ جتنی بھی کیا) اور انہوں نے یزید پر جو تہمت رکھی تھی اس کی تردید فرمائی۔

صرف مناظرہ اور تردید کے لفظ سے دھوکہ لگ سکتا تھا اس لئے ابن کثیر علیہ الرحمہ نے جاوہم کا اضافہ فرمادیا تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ یہ گفتگو نہ تھی اور محمد بن حنفیہ بہت بڑے عالم ربانی ہیں، مگر علم و فضل میں عبد اللہ بن مطیع سے زیادہ بھی نہ تھے، وہ ایک صحابی تھے اور عمر میں بھی محمد بن حنفیہ سے بڑے تھے اور علم و فضل میں بھی محمد بن حنفیہ سے زیادہ تھے اس لئے حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے دونوں کی بحث و گفتگو پڑھنے کے بعد فیصلہ عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کے حق میں دیا اور یزید کا شراب پینا ثابت مانا اور تنقید کو صحیح تسلیم کیا اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے فیصلہ محمد بن حنفیہ کے حق میں دیا اور یزید کے شراب پینے کو صحیح نہیں مانا، اس لئے ابن کثیر علیہ الرحمہ اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی مرحوم میں واضح اور کھلا ہوا فرق ہے، دونوں کو ابن کثیر کی طرح ایک نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

یزید کے شرابی ہونے کے بارے میں ابن کثیر کا موقف:

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کا فیصلہ سنئے، وہ یزید کی شراب نوشی کو کس طرح تسلیم کرتے ہیں، انہوں نے لکھا ہے:

قلت: یزید بن معاویۃ اکثر ما نَقِمَ علیہ فی عملہ شرب الخمر
وإتيان بعض الفواحش. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۷۷)

یزید بن معاویہ کے کردار میں جو سب سے زیادہ مکروہ بات سمجھی گئی ہے وہ اس کا شراب پینا اور بعض فحش کار نکاب کرنا ہے۔

دیکھئے حافظ ابن کثیر نے بلا کسی تذبذب اور تردد کے یزید کی شراب نوشی کو قبول کر لیا ہے اور فیصلہ عبد اللہ ابن مطیع صحابی کے حق میں دیا ہے، محمد بن حنفیہ سے عبد اللہ بن مطیع کی علمی برتری مذکورہ بالا گفتگو اور مناظرہ میں ابن کثیر کے نزدیک واضح ہے، اگر مزید ان کا علمی تفوق اور ان کا صحابی ہونا آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو درجہ ذیل واقعہ اور ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کا بیان پڑھئے۔ (بخاری جلد دوم ص ۲۷۴ پر ہے)

عن علقمۃ قال: کنا بحمص فقرأ ابن مسعود سورۃ یوسف

فَقَالَ رَجُلٌ: مَا هَكَذَا انْزَلَتْ: قَالَ: قُرْآنَ عَلِيِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَحْسَنَتْ وَوَجَدَ مِنْهُ رِبْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ:
اتَّجَمِعَ أَنْ تَكْذِبَ بَكِتَابِ اللَّهِ وَتَشْرَبَ الْخَمْرَ؟ فَضْرَبَهُ الْحَدَّ.

(بخاری جلد دوم ص ۷۳۳)

علقمہ بن قیس نخعی سے روایت ہے کہ ہم لوگ حمص میں تھے اور عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ نے سورہ یوسف کی تلاوت فرمائی اس پر کسی شخص نے کہا اس طرح
یہ سورت نازل نہیں کی گئی تو عبد اللہ بن مسعود نے اس شخص سے شراب کی مہک
محسوس کی اور فرمایا تو اللہ کی کتاب کو جھٹلاتا ہے اور شراب نوشی بھی جمع کرتا ہے
پھر اس پر حد خمر جاری فرمائی۔

شراب خمر پر حد کے وجوب کے لیے شرائط و شواہد کا بیان:

دیکھئے حضرت عبد اللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ نے صرف شراب کی مہک پر حد خمر
جاری فرمادی جبکہ شراب پینے کے دیکھنے والے گواہوں کو طلب نہیں فرمایا، شارحین اس
حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں: ممکن ہے اس شرابی نے پینے کا اعتراف و اقرار کر لیا ہو، اس
لئے اس پر حد جاری کر دی گئی، میں کہتا ہوں کسی صحیح السند روایت سے نہ اس کا اقرار
و اعتراف ثابت کیا گیا ہے اور نہ ہی یہ بات ثابت کیا جانا آسان ہے لیکن اگر ثابت بھی
ہو جائے تو یہ بات حد جاری کرنے کے لئے ضروری ہوگی، صرف شراب نوشی اور فسق کے
لئے اس کی ضرورت ہرگز نہیں، اس کے فسق کا ثبوت یا اس کے شراب نوش ہونے کے لئے
یعنی شاہد یا دو گواہوں کا پیش کرنا ہرگز ہرگز ضروری نہیں ہے، صرف اتنی بات کا ثبوت ایک
گواہ یا اس کے منہ سے شراب کی مہک کا پایا جانا بھی کر دے گا صرف اتنی بات کے لئے
شراب کی مہک کا پایا کافی ہے، یعنی شاہد کا ہونا ضروری نہیں، بنا بریں حضرت عبد اللہ بن مطیع
کا صاف صاف یہ کہنا کہ ہم نے اگرچہ پتے دیکھا نہیں ہے مگر یزید کے شراب پینے کا علم
ہمارے پاس تحقیقی ہے، یہ بات حضرت عبد اللہ بن مطیع کو شہادت کا حق دیتی ہے اور اس

سے انکار کسی بھی قرآنی آیت کے خلاف نہیں ہے اور نہ یہ انکار قرآنی آیت سے ثابت ہے بنا بریں عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کی یہ بات بالکل درست ہے اور صحیح ہے اور محمد بن حنفیہ اس شہادت کا انکار قرآن سے ثابت کرنے میں اس گفتگو میں بری طرح ناکام رہے ہیں صرف مہک ملنا بھی شراب نوشی ثابت کر دیتا ہے، یہی بات بخاری کی روایت میں عبد اللہ ابن مسعود سے ہے اور اس روایت کی تشریح میں شارحین بخاری بھی فرما رہے ہیں، علامہ بدر الدین عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں: اقرار اور شہادت ثابت کرنے میں مجھے کلام ہے، ان کے الفاظ ہیں:

فيه نظر لان المنقول عن ابن مسعود انه كان يري وجوب الحد
بمجرد وجود الراتحة وقد قال مالك واصحابه وجماعة
من اهل الحجاز. (عمدة القاری جلد ۲۰ ص ۲۶)

امام مالک اور نیز اہل حجاز کی ایک جماعت صرف شراب کی مہک پائے جانے پر حد واجب کرنے کی قائل ہے پس عبد اللہ بن مطیع اور دیگر یزیدی بیعت توڑنے والے ساتھی اہل حجاز ہیں اور اہل حجاز کی ایک جماعت امام مالک سمیت شراب کی مہک ملنے پر حد واجب کرتی ہے، فسق یزید بھی ان کے نزدیک ثابت ہوگا، اس لئے اس موقع پر چشم دید گواہوں کا مطالبہ کرنا صحابہ کو خفی مسلک کا پابند بنانا ہے جو ایک طرح کی جہالت اور ظالمانہ کارروائی سے کسی طرح کم نہیں ہے، یہاں سے عبد اللہ بن مطیع کا محمد بن حنفیہ پر علمی تفوق اور برتری بالکل واضح ہوگئی اور تمام اشکالات رفع ہو گئے اور بالا جماع یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وجوب حد اور ثبوت فسق دو الگ الگ چیزیں ہیں اور بات وجوب حد کے لئے کافی نہ ہو تو وہ ثبوت فسق کے لئے کافی ہو سکتی ہے چونکہ یزید پر وجوب کی حد کی کوئی صورت موجود نہیں تھی وہ خود خلیفہ وقت تھا اور اس کے عمال سب کے سب اس کے ماتحت اور مجبور تھے تو صرف ثبوت فسق کے لئے جو کچھ ہو سکتا تھا عبد اللہ ابن مطیع اور ان کے ساتھیوں نے اسی پر اکتفا کیا اس لئے یزید کے فاسق ہونے میں شریک وفد جو لوگ بھی شام گئے تھے اسی پر سب نے متفق اللسان ہو کر

یزید کو شریعتی لہجہ میں قرار دیا جس میں شرکاء و فتنہ کے دور میں ان مجھے کوئی اختلاف نہ تھا۔
 باوجود ہمیں اس کا ذکر کوئی صاحب اس وفد میں کوئی اختلاف نہ کیا کرتے ہوں تو وہ کبھی
 میری رائے کو یہ پہلے حوالہ کے ساتھ بتا چکا ہوں کہ حافظہ ابن کثیر کے نزدیک یزید کا شرک
 یہاں مسلم ہے اور اس میں کوئی شبہ تک ظاہر نہیں کرتے ہیں۔

فتنہ یزید پر مزید دلائل و شواہد:

مزید سنئے! ابن کثیر فرماتے ہیں:

وكان فيه ايضا اقبال على الشبهات وترك بعض الصلوات في

بعض الاوقات. (البدایہ النہیۃ ص ۳۷۵)

اور یزید بن معاویہ میں خوابشات پر اقدام کرتے اور کبھی کبھی بعض نماز کے
 ترک کر دینے کا عیب بھی تھا۔

یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ نماز کا ترک کرنا مستقل فتنہ کی ایک دلیل ہے جیسا کہ
 بھی ابن کثیر یزید میں تسلیم کر رہے ہیں، اس لئے وہ صاف کھل کر یزید کو فاسق قرار دیتے
 ہیں اس لئے حافظہ ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

بل قد كان فاسقا، والفاسق لا يجوز خلعه لأجل ما يثور بسبب

ذالك من الفتنه ووقوع الفرج كما وقع زمن الحرقة.

(البدایہ النہیۃ ص ۳۷۸)

بلکہ وہ یزید فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں ہے، اس وجہ سے کہ اس
 کے سبب سے فتنہ ابھر جاتا ہے اور قتل و خون ریزی ہوتی ہے جیسا کہ واقعہ حرہ
 کے زمانے میں ہو چکا ہے۔

گذر چکا ہے کہ عبد اللہ بن مطہر رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ کا مناظرہ و مجادلہ اور ساری
 بحث و گفتگو ابوالحسن مدائنی کے حوالہ سے سند کے ساتھ حافظہ ابن کثیر کی طرح ذہبی نے
 اپنی دو دو کتابوں میں ذکر کیا ہے، اس لئے وہ بھی یزید کے نشہ باز اور فاسق ہونے کو بہت

کے الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔ میرا نام اسحاق بن اسحاق ہے۔

قلت: کان قویاً شجاعاً خادماً وحزماً وفطناً وفصيحاً، وله
شعر جید، وکان ذاعیلاً غلیظاً جلیلاً یقول المنکر ویفعل
المنکر الفصح مولدہ یقتل الشیخ الحسن و احسب ان الواقعة
الحررة فحقته الناس. (سیر احمد بن اسحاق ج ۱ ص ۱۹)

میں کہتا ہوں کہ یزید بہادر مضبوط صاحب رائے سمجھدار اور فصاحت والا تھا
اس کے عمدہ اشعار بھی ہیں لیکن اکثر سخت مزاج شرخو راور غلط کار اور نفسی تھا،
اپنی حکومت کا آغاز حضرت حسین شہید کے قتل سے کیا اور اختتام واقعہ مرو پر کیا
اس لئے لوگوں نے اسے ناپسند کر لیا۔

علامہ ذہبی و سرق کتاب میں بھی کھل کر واضح الفاظ میں یزید کو شرابی لکھتے ہیں۔
چنانچہ تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۵ پر لکھتے ہیں:

قلت: ولما فعل یزید باهل المدينة ما فعل، وقتل الحسن
وإخوانه وآله، وشرب یزید الخمر وارتكب اشیاء منكرة،
بغضه الناس وخرج علیه غیر واحد، ولم یأوک الله فی
عمره. (تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۵)

میں (ذہبی) کہتا ہوں جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ غلط کام کیا اور حضرت
حسین ان کے بھائیوں اور اولاد کے ساتھ قتل کا معاملہ کر لیا، شراب نوشی بھی کی
اور ناجائز کام کئے تو وہ لوگوں کے دلوں میں مبغوض ہو گیا اور کئی لوگوں نے اس
سے بغاوت کی اور خدا نے اس کی عمر بے برکت کر ڈالی۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کا موقف

چونکہ علامہ ذہبی علیہ الرحمہ نے حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کی کتاب منہاج السنۃ جو ایک
شیعہ عالم کی کتاب منہاج الکراہیہ کے جواب میں لکھی تھی، اس کا خلاصہ ”المستشقی“ کے نام سے

لکھا ہے اور علامہ ذہبی کی امتیازی شائع ہو چکی ہے، اس لئے ذہبی کی امتیازی عبارت کی عبارت تیسرے کی طرف لوگ منسوب کر دیتے ہیں، اس لئے علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں معاملہ ہو جاتا ہے، حالانکہ ابن تیمیہ کی کتاب جوابی کتاب ہے اور اس میں کچھ بے اعتدالیوں بھی ہو چکی ہیں، علامہ سبکی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عبدالحی فرغانی محلی وغیرہم نے بعض مقامات سے ابن تیمیہ کے اتفاق نہیں فرمایا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے، علامہ ذہبی کا مسلک بالکل واضح ہے، وہ یزید کی شراب نوشی اور اس کے فسق کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ ابن تیمیہ کی منہاج السنہ کی تمنیض میں اپنا یہ موقف باقی رکھیں گے اور ابن تیمیہ کے لئے اپنا موقف چھوڑ دیں گے؟ یا ابن تیمیہ سے متاثر ہو کر اپنا مسلک تبدیل کر دیں گے؟ تو اس کی وضاحت ضرور کریں گے کہ: میں یزید کو شرابی یا فاسق نہیں مانتا ہوں کیونکہ ابن تیمیہ کے دلائل بہت مضبوط ہیں اور میں اس کا قائل ہوں، یہاں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ذہبی میں یزید کے فاسق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے علامہ ابن تیمیہ (۱) بھی یزید کو فاسق ہی مانتے ہیں لیکن ان کی بعض عبارتوں سے لوگ مغالطہ دیکر یہ باور کراے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ یزید کو فاسق نہیں کہتے ہیں، اس لئے تھوڑی وضاحت کی ضرورت پیش آگئی، حالانکہ صحیح روایت کی موجودگی میں کسی بڑے سے بڑے عالم اور محقق کی قطعاً ضرورت نہیں رہ جاتی کہ ان کا خیال اور موقف معلوم کیا جائے، لیکن کسی کے لئے غلط فہمی پیدا کرنے کا موقع باقی نہ رہے، اس لئے ابن تیمیہ کے نزدیک یزید کی حیثیت کیا ہے واضح کر دیا جانا مناسب سمجھتا ہوں، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ خود منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۴۶ پر لکھتے ہیں:

الناس فی یزید طرفان ووسط.

لوگ یزید کے معاملہ میں دو کنارے پر ہیں اور ایک درمیانی متوسط لوگ ہیں۔

(۱) فتاویٰ عسکرہ فی المدینۃ النبویۃ ثلاثا یقتلون وینبئون ویفسدون الخروج المحرقہ — وتوفی یزید بحاصرون مکة حرقن العذوان والظلم الذی فعل مامره یحرقون الخ وادی ج ۳ ص ۴۱۲

پھر بتاتے ہیں دو عالمی باطل اور غلط کنارے والوں کا یہ کہنا ہے:

قَوْمٌ يَعْتَدُونَ أَنَّهُ مِنَ الصَّاحِبَةِ أَوْ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُبِينِينَ
أَوْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَهَذَا كُلُّهُ بَاطِلٌ، وَقَوْمٌ يَعْتَدُونَ أَنَّهُ كَافِرٌ مُنَافِقٌ فِي
الْبَاطِنِ — وَكَلَامُ الْقَوْلَيْنِ بَاطِلٌ يَعْلَمُ بِطِلَالِهِ كُلُّ عَاقِلٍ.

(متنہاج السنہ ج ۲ ص ۲۳۶ و ۲۳۷)

اور ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ یزید صحابہ میں سے ہے یا خلفائے
راشدین مہدیین یا وہ انبیاء میں سے ہے حالانکہ یہ سب باتیں باطل ہیں اور ایک
جماعت کا عقیدہ ہے کہ اندر سے منافق اور کافر تھا، یہ دونوں قول باطل ہیں،
اس کا بطلان ہر عقل والے کے نزدیک معلوم و مسلم ہے۔

اس مقام پر علامہ ابن تیمیہ نے پوری صراحت کے ساتھ جن دو باطل اور عالمی
کنارے والے غیر متوسط غیر معتدل فرقوں کو شمار کرایا ہے، ان میں وہ فرقہ ہے جو یزید کو
خلیفہ راشد یا صحابی یا نبی مانتا ہے اور دوسرا باطل فرقہ اور غیر معتدل وہ ہے جو یزید کو کافر یا
منافق مانتا ہے، اس تقسیم سے واضح ہو گیا کہ جو نہ کافر یا منافق مانتا ہے اور نہ ہی خلیفہ راشد
اور نبی مانتا ہے؛ بلکہ صرف قاسق اور گنہگار مانتا ہے وہ فرقہ علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک
معتدل اور متوسط اور اہل حق کا فرقہ ہے، باطل فرقہ نہیں ہے۔

دوسری جگہ (۲) حنفی ابن تیمیہ نے پھر یزید پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

أَنَّ الْقَوْلَ فِي لَعْنَةِ يَزِيدٍ كَالْقَوْلِ فِي لَعْنَةِ أُمِّهِ مِنَ الْمُلُوكِ
الْخُلَفَاءِ وَغَيْرِهِمْ، وَيَزِيدٌ خَيْرٌ مِنْ غَيْرِهِ، خَيْرٌ مِنَ الْمَخْزُومِ بْنِ أَبِي
عَبْدِ الشَّامِيِّ أَمِيرِ الْعِرَاقِ الَّذِي أَظْهَرَ الْأَسْطِغَامَ مِنْ قِتْلَةِ الْحُسَيْنِ فَإِنَّ

(۲) متنہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۱ ومع هذا فبقول غلبة يزيد وامثاله من الملوك ان
يكون فسادا اس کے معنی مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۶۲ پر بدل دیا ہے،
”ہیں“ کی جگہ ”ہوں“ کر کے شہید پیدا کر دیا ہے۔

هذا ادعی ان جبرئیل یاتیه وخبیر من الحجاج بن یوسف فوالہ اظلم

من یزید باتفاق الناس ومع هذا فیقال: (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۱)

یزید پر لعنت کا معاملہ اس جیسے دیگر بادشاہوں اور خلفاء وغیرہ پر لعنت کے قول جیسا معاملہ ہے اور یزید تو دوسروں سے بہتر تھا، امیر عراق مختار بن ابی عبید ثقفی جو اپنے اوپر وحی آنے کا مدعی تھا، اس سے بہتر تھا؛ حالانکہ وہ حضرت حسین کا بدلہ لینے کا اظہار کرتا تھا اور حجاج بن یوسف سے بھی بالاتفاق یزید بہتر تھا کیونکہ وہ تو ان سب کے باوجود یزید سے بڑا ظالم تھا۔

اس عبارت میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے کتنی صاف صاف بات کہی ہے کہ یزید اس مختار بن ابی عبید ثقفی سے بہتر تھا، جو اپنے اوپر وحی آنے کا مدعی تھا، اسی طرح یزید حجاج بن یوسف سے بڑا ظالم نہیں تھا؛ بلکہ یزید اس سے بہتر اور کم درجے کا ظالم تھا، اس جگہ یزید کے بارے میں ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے کتنا کھل کر اقرار کیا ہے کہ حجاج بن یوسف یزید کے مقابلہ میں بڑا ظالم تھا، کیا کوئی عربی سمجھنے والا اس حقیقت کا انکار کر سکتا ہے کہ ابن تیمیہ نے یزید کو ظالم نہیں تسلیم کیا ہے، ابن تیمیہ کی مذکورہ بالا عبارت کو بار بار غور سے پڑھئے اور یزید کے ظالم ہونے کا اقرار و اعتراف دیکھئے، ابن تیمیہ کی صاف یزید کے ظالم ہونے کی تصریح فرما رہے ہیں، اب آگے علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کے یزید کے فاسق ہونے کی صریح وضاحت اور اقرار و اعتراف کو پڑھئے:

مع هذا فیقال: غایۃ یزید وامثاله من الملوک ان یکونوا فاسقا

فلعنة الفاسق المعین لیست مأمورا بها. (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۱)

”ان سب باتوں کے باوجود یہی کہا جائے گا کہ یزید اور اس طرح کے دیگر بادشاہ زیادہ سے زیادہ فاسق ہیں؛ لیکن کسی فاسق پر لعنت کرنے کی اجازت شرعاً نہیں ہے۔“

اس عبارت میں بھی شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے کھلے دل کے ساتھ اور بلا کسی

یہ بڑبڑ و تردد کے یزید کو فاسقین میں داخل کیا ہے، جس میں کوئی ابہام کی ادنیٰ گنجائش باقی نہیں ہے؛ بلکہ علامہ ابن تیمیہ یزید کو کس قدر غلط اور ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں کہ اس سے روایت ہو جائے تو اس کو بھی کسی حال میں قبول کرنے کو تیار نہیں؛ کیونکہ وہ بد کردار ہے نہ ثقہ ہے نہ اس کی عدالت قبول ہے۔

علامہ ابن تیمیہ، امام احمد ابن حنبل سے یزید کے متعلق نقل کرتے ہیں:

واما ما فعله باهل الحره فبانهم لما خلعه و اخرجوا نوابه
وعشيرته ارسل اليهم مرة بعد مرة يطلب الطاعة فامتنعوا،
فارسل اليهم مسلم بن عقبة المري و امره اذا ظهر عليهم ان
يبيح المدينة ثلاثة ايام، وهذا هو الذي عظم انكار الناس له من
فعل يزيد، ولهذا قيل لاحمد: تكتب الحديث عن يزيد، قال: لا
ولا كرامة، اوليس هو الذي فعل باهل المدينة ما فعل.

(منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۳)

”یزید نے جو کچھ حرہ والوں کے ساتھ کیا، اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب اہل حرہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی اور یزید کی گورنروں اور اس کے خاندان والوں کو مدینے سے باہر کر دیا اور یزید کے بار بار اپنی اطاعت کا مطالبہ کرنے کے باوجود وہ لوگ اس سے باز رہے تو اس نے مسلم بن عقبہ کو بھیجا اور حکم دیا کہ جب وہ ان پر غلبہ حاصل کر لیں تو تین دن تک مدینہ کو حلال کر دے اور یہی وہ جرم ہے جس کی وجہ سے یزید پر لوگوں کی نفرت میں اضافہ ہو گیا اور اسی لئے جب امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا آپ یزید کی حدیث کو قبول کریں گے تو انہوں نے

یہ مختار ثقفی اور حجاج بن یوسف سے موازنہ و مقابلہ کر کے یزید کو ان سے بہتر بتانا خود اس کی واضح دلیل ہے کہ ابن تیمیہ کے نزدیک بھی یزید فاسق ہے کیونکہ موازنہ فاسق کا فاسق سے ہی ہوگا، صالحین و اتقیا سے اس کا موازنہ نہیں کیا جائے گا، تو ان سے بدتر بتایا جائے گا، بہتر نہیں۔

کہا: نہیں، اس کے لیے کوئی احترام نہیں ہے، کیا وہی یزید نہیں ہے جس نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔“

اتنی دراز نفسی اور ابن تیمیہ کی طویل عبارت نقل کرنے کے بعد بالکل کوئی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی کہ اس مسئلہ پر مزید کوئی گفتگو کی جائے، یزید کے حق میں لکھنے والے محققین کی بے جا حمایتوں اور مغالطہ آمیز تحریروں میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی عبارت کو یزید کے فسق کے انکار کے لئے دلیل کے طور پر نقل فرمایا گیا ہے، حالاں کہ میری رائے میں یہ علامہ ابن تیمیہ پر بہت بڑا الزام ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے موقف کی مزید وضاحت کی جائے۔

علامہ ابن تیمیہ کے موقف کی مزید وضاحت:

علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۲ پر لکھتے ہیں، ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

فَالَّذِي يَجُوزُ لَعْنَةُ يَزِيدٍ وَأَمْثَالِهِ بِحُتَّاجِ إِلَى ثَبُوتِ أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْفَاسِقِ الظَّالِمِينَ الَّذِينَ تَبَاحَ لَعْنَتُهُمْ، وَأَنَّهُ بَاتَ مَبْصُراً عَلَى ذَلِكَ، وَالثَّانِي أَنَّ لَعْنَةَ الْمَعِينِ مِنْ هَؤُلَاءِ جَائِزَةٌ وَالْمَنَازِعُ يَطْعَنُ فِي الْمَقْدَمَتَيْنِ لِأَسْمَا الْأُولَى: (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۵۲)

”جو لوگ یزید اور اس طرح کے دیگر اشخاص پر لعنت کو جائز سمجھتے ہیں، انہیں دو باتوں کی ضرورت ہے، ایک تو یہ کہ وہ اس بات کا ثبوت دیں کہ یزید ان فاسقوں ظالموں میں سے ہے جن پر لعنت جائز ہے اور اس کی موت بھی اسی حالت فسق میں ہوئی، اور دوسرا ثبوت اس بات کا دے کہ ایسے لوگوں میں سے کسی متعین شخص پر لعنت جائز ہے، حالاں کہ اس موضوع پر اختلاف کرنے والے دونوں مقدمہ کے اثبات میں، بالخصوص پہلے مقدمہ میں ناکام رہے ہیں۔“

مولانا عظیمی کی علمی خیانت کا واضح ثبوت:

اس جگہ یزید کے بے جا حمایت میں حضرت مولانا حبیب الرحمن عظیمی نے بھی بری

طرح ٹھوکر کھائی ہے یا عالمانہ مغالطہ دیا ہے، فرماتے ہیں:

”پس جو شخص یزید اور اس کے امثال پر لعنت کو جائز قرار دے، اس پر لازم ہے کہ اس کا فسق اور ظلم ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ معین فاسق پر لعنت جائز ہے پھر یہ ثابت کرے کہ یزید اپنے فسق و فجور سے بے توبہ کئے مرا تھا، شیخ الاسلام کے الفاظ یہ ہیں:

”والذی یلعن یزید ونحوہ یحتاج الی ثبوت أنه فاسق ظالم ولم

یتب مما اجترم (مستقی ص ۲۹۰، تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۶۳)

اس جگہ مولانا محدث محقق حبیب الرحمن اعظمیؒ کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ جو الفاظ آپ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی طرف منسوب فرمائے ہیں اور ان کے الفاظ بتائے ہیں وہ حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں؛ کیونکہ حوالہ میں آپ نے بھی مستقی کا نام لکھا ہے اور سب کو معلوم ہے کہ مستقی ابن تیمیہؒ کی نہیں، علامہ ذہبیؒ کی ہے، لہذا آپ کے نقل کردہ الفاظ ذہبیؒ کے ہوئے، ابن تیمیہؒ کے نہ ہوئے، ابن تیمیہؒ علیہ الرحمہ کے الفاظ ان کی کتاب منہاج السنۃ سے میں نے نقل کر دیئے ہیں اور آپ نے جو اردو ترجمہ فرمایا ہے، اس کے ابتدائی جملہ کا ترجمہ ابن تیمیہؒ کی عبارت کا ہے، ذہبی کے الفاظ کا نہیں ہے، ذہبیؒ کی عبارت میں اور ابن تیمیہؒ کی عبارت میں فرق ہے پھر ابن تیمیہؒ یا ذہبیؒ تو یزید پر لعنت جائز رکھنے والوں سے دلیل اور اس کے دونوں مقدموں کی صحت کا مطالبہ کر رہے ہیں، ہم تو لعنت کے جواز کے مدعی نہیں ہیں، ہم سے اس کا مطالبہ ہی نہ ہوگا، ہم تو صرف یزید کے فسق کے مدعی ہیں اور یزید کا ظلم پہلے ہی ابن تیمیہؒ خود تسلیم کر چکے ہیں اور جو ظالم ہو خاص موقع پر فاسق بھی ہے، اس لئے ابن تیمیہؒ یا کسی کا بھی یہ مطالبہ اصول مناظرہ اور بحث کے بالکل خلاف اور غلط ہے، فسق کے مدعی سے جواز لعنت کے مدعی کا مطالبہ، یہ بحث و مناظرہ کی کس اصول سے درست ہے؟

دوسری بات مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ یا دیگر کسی یزید کے حمایتیوں کی خدمت میں

جو کہ ہے گریہ کر رہا ہے کی سبکی کی چاہیے تو لاہور میں تھیں وہ بھی تھے پھر میں نے
 واقعہ کے موقع پر یہ دیکھنے کے لئے گئے تھے کہ کیا کوئی ایسا اثر ہے کہ اس جگہ کی سبکی
 لئے ہوئی ہے سب کی سبکی ہو گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے
 اور اس موقع پر میں نے علم حضرات سے یہ کہنے کی کوشش کی کہ علامہ اعلیٰ نے فرمایا
 ہے اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھا ہے کہ سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے
 کہ اس کی فہم سے یہ سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس کی فہم سے
 کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس کی فہم سے
 کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس کی فہم سے

علامہ اعلیٰ نے یہ کہنے کی کوشش کی

ثبوت انہ کان من الصالح الثالین الثمین تباح لعظیم

(منہاج السنہ ج ۱ ص ۱۰۰)

اس بات کا ثبوت کہ اس نے سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے

اور علامہ اعلیٰ نے یہ کہنے کی کوشش کی

ثبوت انہ کان من الصالح الثالین الثمین تباح لعظیم (شہید گریہ کر رہا ہے ص ۷۳)

اس کا ثبوت کہ وہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے

اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس کی فہم سے

فرق سمجھتا ہے کیا علامہ اعلیٰ نے اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے

سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس کی فہم سے

زخم میں یہ سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس کی فہم سے

اس لئے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس کی فہم سے

پہلے سے اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس جگہ پر سب کی سبکی ہو گئی ہے کہ اس کی فہم سے

سے باز رہتے ہوئے اپنا فیصلہ بدلتا چلا ہے۔

امراة من حيث لا يشعر به احد، فلما هجم اهل الشام على المدينة في بيوتهم، ونهبوهم، دخل رجل من اهل الشام دار المرأة التي توارى فيها ابن مطيع، فرأى المرأة فأعجبته، فواثبها فامتعت منه، فصرعها فاطلع ابن مطيع على ذلك، فدخل فخلصها منه وقتل الشامي، فقالت له المرأة: بأبي انت وامى امن انت؟ ثم سكن عبد الله بن مطيع مكة.

(الاصابع ۳ ص ۶۵ القسم الاول)

زبیر بن بکار کہتے ہیں میرے چچا نے مجھے بتایا کہ عبد اللہ بن مطیع قریش کے مردوں میں بہادر مضبوط اور جواں مرد تھے، جب اہل حرہ کی شکست ہو گئی اور عبید اللہ بن ظلمہ قتل ہو گئے تو حضرت عبد اللہ بن مطیع نے بھاگ کر اپنی جان بچائی، وہ ایک عورت کے گھر میں چپکے سے چھپ گئے، کسی کو بھی پتہ نہیں چل سکا، جب مدینہ پر شام والوں نے حملہ بولا اور ان کے گھروں کو لوٹنا شروع کیا تو ایک شامی شخص عبد اللہ بن مطیع جس عورت کے گھر چھپے تھے اسی میں گھس گیا، وہ عورت اس شخص کو پسند آ گئی، وہ شامی اس عورت پر کود پڑا، عورت اس سے بچنے کی ہر طرح کوشش کرنے لگی، اس شامی مرد نے عورت کو پچھاڑ دیا، عبد اللہ بن مطیع نے دیکھا تو جا کر اس شامی سے عورت کو چھڑایا اور شامی کو قتل کر دیا، اس پر عورت نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کون ہیں؟ پھر عبد اللہ بن مطیع مکہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔

حافظ ابن تیمیہ مجموع الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۴۱۲ میں لکھتے ہیں:

(۱) مولانا سراج الحق مچھلی شہری کے نہایت دل خراش اور بعض صحابہ پر بدتمیزی بھرے یہ الفاظ سننے پر لکھتے ہیں: رہ گیا عبد اللہ بن مطیع وہ صحابی نہ تھا، ابن سبا کا ایجنٹ تھا، اس کا نام لینا فضول ہے۔ سیرت حضرت علامہ زین العابدین ص ۱۳۲۔

فإن أهل المدينة النبوية نقضوا بيعته، وأخرجوا نوابه وأهله
فبعث إليهم جيشاً، وأمره إذا لم يطيعوه بعد ثلاث أن يدخلها
بالسيف ويحرقها ثلاثاً، فصار عسكره في المدينة النبوية ثلاثاً
يقتلون وينهبون ويفتضون الفروج المحرمة ثم أرسل جيشاً إلى
مكة المشرفة، فحاصروا مكة وتوفي يزيد، وهم محاصرون
مكة، وهذا من العدوان والظلم الذي فعل بأمره. ولهذا كان
الذي عليه معتقد أهل السنة وأئمة الأمة أنه لا يُسب ولا يُحَبُّ.

(مجموع الفتاوى جلد ۳ ص ۴۱۲)

مدینے والوں نے یزید کی بیعت توڑ دی اور اس کے گورنر اور خاندان کے لوگوں
کو مدینے سے نکال دیا تو اس نے مدینے والوں کے پاس فوج بھیجی اور اس کو
حکم دیا کہ اگر تین دن میں اطاعت نہ کریں تو مدینے میں زبردستی داخل
ہو جائیں اور مدینے کو تین دن تک حلال کر دیں، چنانچہ اس کی فوج تین دن
تک مدینے میں لوٹ مار، قتل و غارت گری کرتی رہی اور عورتوں کی عصمت
دری کرتی رہی پھر اس نے فوج کو مکہ کی طرف بھیج دیا جس نے مکہ کا محاصرہ
کر لیا وہ مکہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ یزید کا انتقال ہو گیا، یہ وہ سرکشی اور ظلم
ہے جو یزید کے حکم سے کیا گیا، اس لئے امت کے ائمہ اور اہل سنت کا عقیدہ یہ
ہے کہ یزید کو نہ گالی دی جائے نہ محبت کی جائے۔“

اور حافظ ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی اپنی سند کے ساتھ دلائل النبوة ج ۶ ص ۴۱۸ میں

نقل فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل أخبرنا عبد الله بن جعفر حدثنا
يعقوب سفيان حدثنا يوسف بن موسى حدثنا حرير عن مغيرة
قال: أنهب مُسْرِفُ بْنُ عُقْبَةَ المدينة ثلاثة أيام، فزعم المغيرة

ابو عبد اللہ محمد بن الفضل بن عبد اللہ بن جریر نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم کو ابو الحسن بن فضل سے خبر دی ان کو عبد اللہ بن جریر نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے حدیث یعقوب بن سفیان سے بیان کی، ان سے یوسف بن موسیٰ سے حدیث بیان کی اور ان کو عبد اللہ بن جریر نے خبر دی اور وہ مغیرہ بن مسلم سے حدیث بیان کی کہ اس نے کہا سرف بن عقبہ نے تین دنوں تک مدینہ روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا سرف بن عقبہ نے تین دنوں تک مدینہ میں لوٹ کھسوٹ مچائی، مزید کہا واقعہ حرہ میں ایک ہزار کنواری گورتوں سے بدکاری کی گئی۔

(۱)۔ ابو الحسن محمد بن الفضل لفظان متوفی ۲۱۵ھ ثقہ ہیں۔

(تاریخ الاسلام ج ۹ ص ۶۱)

(۲)۔ عبد اللہ بن جریر بن درستیہ انوی متوفی ۲۷۳ھ ثقہ ہیں۔

(تاریخ الاسلام ج ۸ ص ۱۸)

(۳)۔ یعقوب بن سفیان حافظ اور ثقہ ہیں (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۴۳)

(۴)۔ یوسف بن موسیٰ متوفی ۲۵۳ھ بچے اور ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۶۸)

(۵)۔ جریر بن عبد الحمید ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۶۹)

(۶)۔ مغیرہ بن مسلم متوفی ۱۳۶ھ ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۵۱۶)

اور حافظ ابن کثیر مدائنی سے نقل کرتے ہیں:

قال المدائنی عن ابی قرۃ قال قال هشام بن حسان: ولدت الف امرأة

من اهل المدينة بعد وقعة الحرة من غیر زوج. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱)

مدائنی قرہ سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے کہا کہ ان کو ہشام بن حسان

نے بتایا کہ مدینہ کی ایک ہزار گورتوں نے واقعہ حرہ کے بعد بغیر شوہر کے بچہ جنا۔

(۱)۔ ابو قرہ بعلہ موسیٰ بن طارق الیمانی التبریدی ثقہ۔

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۶۷)

(۲) ہشام بن حسان الفردوسی السوفی ۱۲۸ھ ثقہ ہیں۔ (تہذیب الجندیب ج ۲ ص ۲۵ و ۲۶) مدینے میں یزید کے خلاف بیعت توڑ کر جرم کرنے والوں کے ساتھ قتل و قاتل اور ایک ہزار عورتوں کے ساتھ حرام کاری اور زنا کا جواز کس نے فراہم کیا اور کس کے حکم سے ہوا؟ مولانا حبیب الرحمن اعظمی ہی اس کا جواب دیں گے۔
مولانا لکھتے ہیں:

”اسی واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ قتل حسینؑ کے علاوہ اور جو مظالم یزید کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ بھی اس کے عمال کے کرتوت ہیں جن سے یزید خود راضی نہیں تھا۔“ (تہذیب الجندیب ج ۲ ص ۲۴) لیکن ان کے نامور محقق حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں، پڑھئے اور علامہ ابن تیمیہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ سب یزید کے حکم سے ہوا ہے، صرف عامل نے اپنی مرضی سے نہیں کیا ہے حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے اپنے الفاظ ہیں:

”وقد کان فی قتال اهل الحرة كفاية ولكنه تجاوز الحد باباحة المدينة ثلاثة ايام فوق بسبب ذالك شر عظیم كما قدمنا۔“ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۸) حرہ والوں سے قتال کرنا ہی کافی تھا لیکن وہ تین دن کے لئے مدینہ کو حلال کر کے حد سے آگے بڑھ گیا جس کی وجہ سے بہت بڑا شر پھیلا جس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔“

یزید کی چیرہ دستی سے انسانیت شرمسار: واقعہ حرہ میں شہید ہونے والے صحابہ اور ان کے اہل خانہ بھی بڑی تعداد میں شریک تھے صرف تابعین ہی نہیں تھے، ظاہر ہے ان بد کاریوں کا شکار ہونے والی عورتوں میں خاصی تعداد صحابیاتؓ کی بھی رہی ہوگی، زنا کاری کا شکار ہونے والی ان ہزار عورتوں کے بارے میں کون یقین سے کہہ سکتا ہے کہ ایک بھی صحابیہ نہ ہوں گی، یہ سب صحابہؓ کے قتل کرنے

والے شامی یزیدی لشکر نے مدینے اور ان صحابیوں کے گھروں کو خوب لوٹا قتل کیا اور ان کی عورتوں کے ساتھ حرام کاری کی، یہ کارروائی تین دن تک ہوتی رہی اور یزید کے حکم سے ہوتی رہی پھر بھی حاکمی یزید ہمارے مہربان، محقق کے خیال میں یزید فاسق نہیں ہوا، جبکہ علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر علیہما الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ سب یزیدی کے حکم اور مرضی سے ہوا تھا، اسی نے تین دن کے لئے مدینے میں یہ سب حلال کر دیا تھا۔

أباح المدينة ثلاثة أيام.

اور علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کی عبارت میں۔

إذا ظهر عليهم أن يباح المدينة ثلاثة أيام. جب ان پر غلبہ ہو جائے تو

مدینہ تین دن کے لئے مباح کر دینا۔

میرے علم کے مطابق اس اباحت کا ترجمہ حلال قرار دینا اور جائز بنا دینا غلط نہیں ہے۔ اب قارئین کرام بتائیں گے کہ زنا، عارت گری اور قتل جیسے حرام کام کو حلال قرار دینے سے کوئی صرف فاسق ہوتا ہے کہ نہیں، میں تو کہتا ہوں کہ اگر کوئی تادیل نہ کی جائے تو تحلیل حرام کے جرم میں آتی شرعاً کافر بھی ہوگا، صرف فاسق نہ ہوگا، اس لئے ابن کثیر نے بہت بچانے کی کوشش کی ہے، پھر بھی بتا دیا کہ باغی ہونے اور امام وقت کی اطاعت سے سرکشی کرنے کی بنیاد پر قتل کرتا تو جائز ہو سکتا ہے مگر اس کے بعد حرام کاری زنا اور لوٹ کو جائز بنا کر یزید نے شریعت کی تمام حدود کو پار کر دیا تھا، ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پر غور فرمائیے۔

لم يكن له جاوز الحد بإباحة المدينة ثلاثة أيام. لیکن وہ یزید مدینے کو

تین دن کے لئے حلال کر کے حد سے تجاوز کر گیا۔

یہ بات کہ یزید کے حکم سے یہ ساری کاروائیاں ہوئی تھیں، صرف علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر ہی کا بیان نہیں ہے، بلکہ تمام اہل علم مؤرخین محدثین جہتوں نے بھی اس واقعہ کی تفصیل بیان کی، سب کا اس بات پر اتفاق اور اتفاق ہے کہ ایسا ہوا تھا اور یزید کے حکم سے ہوا تھا، لیکن یزید کی عصارت میں کھنچے والوں کے نزدیک ان سب کے باوجود یزید فاسق

نہیں ہے اور یزید کے فسق کی کوئی دلیل صحیح نہیں مل پاری ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

گر ہمیں کتب و ہمیں ملا۔

کار اظلال تمام خواہ شد

اسی واقعہ میں تمام بچے کچے بیعت رضوان والے صحابہ ختم ہو چکے تھے، یہ بات تو بخاری میں ہی موجود ہے۔ دیکھئے:

ثم وقعت الفتنة الثانية يعني الحرة فلم تبق من اصحاب

الحديبية احدا. (بخاری ج ۲ ص ۵۷۳)

پھر دوسرا فتنہ واقعہ ہوا، یعنی واقعہ حروہ ہوا تو اس نے حدیبیہ والے کسی صحابی کو باقی

نہ چھوڑا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس فتنہ یعنی واقعہ حروہ کی تفصیل تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لما وقع القتال مسلم بن عقبة وقتل سبع مائة من وجوه الناس

من المهاجرين والانصار..... القصة في ذالك طويلة

بسطناها في تاريخنا الكبير. (دیکھئے عمدۃ العاری ج ۷ ص ۱۷۱۔)

مہاجرین و انصار میں سے سات سو سربراہ اور وہ لوگ قتل کر دیئے گئے اور یہ قصہ

بہت لمبا ہے، جس کو ہم نے تاریخ کبیر میں تفصیل سے لکھا ہے۔

اور محدث ذہبی اپنی تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۳ میں لکھتے ہیں:

قالوا ودخلوا المدينة ونهبوا وفسدوا واستحلوا الحرمه، قال

خليفة: فجميع من اصاب من قريش والانصار يوم الحرة ثلاث

مائة ومئة رجال ثم سرقت اسمائهم في مئة لوراق قال وكانت

الواقعة بثلاث مئتين من ذى الحجة. (تاريخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۳)

بہت سارے لوگوں نے بتایا ہے کہ یزیدی فوج مدینہ میں داخل ہوئی تو لوٹ

ہار گیا اور فساد مچایا اور عورتوں کی حرمت کو حلال کر ڈالا (مؤرخ خلیفہ بن خیاط)

کہتے ہیں: (قریش و انصار کے واقعہ حرہ میں کل مرد و افراد تین سو چھ مصیبت کا شکار ہوئے، اس کے بعد خلیفہ بن خیاط نے ایک ایک کر کے چھ ورق میں نام شمار کرائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب ماہ ذی الحجہ سے میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے۔

محدث بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ بھی لکھتے ہیں: (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۷۱)
الاصح انها كانت في سنة ثلاث وستين. (صح یہ ہے کہ واقعہ حرہ ۶۳ھ میں ہوا۔)

محدث بیہقی بھی یہی تاریخ بتاتے ہیں فرماتے ہیں: (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۴۱۸)
كانت وقعة الحره يوم الاربعاء في ثلاث بقين من ذى الحجة
ثلاث وستين. (واقعہ حرہ منگل کے روز ہوا، جبکہ ذی الحجہ میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے
۶۳ھ میں۔)

محدث بیہقی نام بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۴۱۸)
قُتل يوم الحره عبد الله بن زيد المازني ومعتل بن سنان
الاشجعي وقتل معاذ بن الحارث القاري وقتل عبد الله بن
حنظلة بن ابي عامر. (واقعہ حرہ میں عبد اللہ بن زید المازنی قتل کئے گئے اور معتقل بن سنان اشجعی اور معاذ
بن حارث القاری قتل کئے گئے اور عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر قتل کئے گئے۔)

یہ چار کے چار صحابی تھے، سب کے سب یزید کی بیعت توڑ چکے تھے، لڑائی میں شریک ہوئے اور یزیدی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے، ان میں عبد اللہ بن زید مازنی بیعت رضوا میں شریک اور واقعہ حرہ میں شہید ہوئے، ان کا ذکر بخاری جلد اول ص ۱۴۱۵ اور جلد ثانی ص ۵۹۹ پر موجود ہے۔

یزیدی فوج بہت بڑی تعداد میں مدینہ بھیجی گئی تھی، علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ بحوالہ مدائنی لکھتے ہیں:

قال المدائنی: کان فی سبعة وعشرين ألفاً: اثني عشر ألف

فارس وخمسة عشر ألف راجل، وكانوا نزلوا شرقی المدینة

فی النخرة وهی ارض ذات حجارة سود. (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۱)

مدائنی نے کہا ہے کہ یزیدی لشکر ستائیس ہزار تھا جس میں بارہ ہزار سوار اور

پندرہ ہزار پیادہ تھے جو مدینہ کے مشرقی حصہ حرہ میں ٹھہرے تھے، اور یہ حرہ

سیاہ پتھریلی زمین کا نام ہے۔

اسی واقعہ حرہ کے سلسلے میں حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ جو مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے

نزدیک بھی بے نظیر محقق ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

ثم اباح مسلم بن عقبة الذي يقول فيه السلف مسرف بن عقبة

قبحه الله من شيخ سوء، ما اجهله۔ المدينة ثلاثة كما امره يزيد

۔ لاجزاه الله خيرا۔ وقتل خلقا من اشرافها وقرائها وانتهب

اموالا كثيرة منها ووقع شر عظيم وفساد عريض على ما ذكره

غير واحد. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۰)

مسلم بن عقبہ جس کو سلف مسرف بن عقبہ کہتے ہیں، اللہ اس کا برا کرے، بہت

برا بوڑھا اور کتابڑا جاہل تھا، یزید کے حکم سے مدینہ کو تین دن حلال کر ڈالا، اللہ

یزید کا اچھا نہ کرے، اور وہاں کے اشراف اور قاریوں کو قتل کیا اور بہت سارے

اموال لوٹ لئے اور عظیم شر برپا کر ڈالا اور فساد عظیم بھی برپا کیا جیسا کہ بہت

سے لوگوں نے اس بات کو بیان کیا ہے۔

ایک بار مزید حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کی سنئے:

وقد أخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله مسلم بن عقبة ان يبيع

وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه علي
المدينة لثلاثة ايام... وقد وقع في هذه الثلاثة ايام من المشاهدة
بدى عبد الله بن زياد، وقد وقع في هذه الثلاثة ايام من المشاهدة
المدينة في المدينة النبوية ما لا يحل ولا يؤمن مما لا يعلمه

الا الله عز وجل. (البیان الباقی ص ۸۲)
اور یزید نے بہت کچھ ہولی گلی کی تھی جب اس نے مسلم بن عقبہ کو کہا تھا کہ وہ
تمنا دن مدینہ کو حلال کر دے اور گڈر چکا اس نے عبد اللہ بن زیاد کے ہاتھوں
حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا اور ان دنوں میں جب مدینہ کو
حلال کیا گیا مدینہ نبویہ میں بہت سے مناسد ہوئے جن کی تہ کوئی حد ہے اور یہ
اللہ کے سوا کوئی جانتا ہے۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ یہ ساری باتیں آپ کو واقعہ حرہ کے تحت بتاتے ہیں لیکن انہوں
نے یزید کے ساتھ لا جزاہ اللہ لکھا اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی یزید کے نام کے ساتھ رحمہ
اللہ یا رحمۃ اللہ علیہ کہنے کا فتویٰ دیتے ہیں، دونوں موقف میں کتنا فرق ہے، آپ خود محسوس
کیجئے، اسی طرح مسلم بن عقبہ جو یزیدی فوج کا کمانڈر تھا اس کو ابن کثیر علیہ الرحمہ "کتاب
بوڑھا اور کتاب بڑا جاہل، اللہ اس کا برا کرے" جیسے الفاظ لکھتے ہیں، اور مزید کہتے ہیں کہ اسلام
تو اس کا نام ہی مسلم کے بجائے مسرف رکھتے تھے، مجھے نہیں معلوم کہ یزید کے حمایتی حضرات
اس کا اعزاز و القاب کیا رکھتے ہیں لیکن آپ کو اس جگہ یاد رکھنا چاہئے کہ مدینہ میں یزید کے
مخالفین صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ساتھ جو لوٹ مار مچائی گئی اور جوان عورتوں کے ساتھ
حرام کاری اور زنا کا بازار گرم ہوا، یہ سب صرف یزیدی فوج اور کمانڈر کے کرتوت ہرگز نہیں
ہیں؛ بلکہ اس کے لئے یزید نے اپنی فوج اور کمانڈر کو اس کی اجازت ہی نہیں اس کے لئے
تاکیدی حکم دے رکھا تھا اور اس بات کی ابن کثیر علیہ الرحمہ تنہا نہیں خبر دے رہے؛ بلکہ "غیر
واحد" سے یہ بات ابن کثیر تک پہنچی ہے، اس لئے بحکم یزید یا بہ اجازت یزید مدینہ کے
صحابہ و تابعین قتل کئے گئے ہیں، بات اگر یہیں تک ہوتی تو تاویل کر سکتے تھے کہ خلیفہ وقت اور

واجب الاطاعت امام کے خلاف فروع اور بغاوت کرنے والوں کے ساتھ قتل و قتال کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا اس جگہ ضروری ہے کہ چالیس اور پچیس فوج میں ایک شخص بھی صحابی نہیں اور مقابلہ میں قتل کئے جانے والے سب نہیں تو کم از کم خاص تعداد صحابہ کرام کی ہے اور یہ شرعی مسئلہ علم میں ہو گا کہ اگر نہیں تو اب تاڑ کر لینا چاہئے کہ غیر صحابی کا کسی بھی صحابی کو قتل کرنا معصیت اور گناہ کبیرہ ہے، عالمائے شریعت نے مسئلہ یہی بتایا ہے، علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

قتل الحسين معصية لله ورسوله من قتله أو أعتان على قتله أو
رضي بذلك. (منهاج السنة ج ۲ ص ۲۳)

حضرت حسین کا قتل کرنا اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے، ان کے قتل کرنے والے کی طرف سے یا جس نے ان کے قتل میں اعانت کی یا اس سے راضی ہو اس کی طرف سے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہوئی۔

اور علامہ ابن حجر کی بیٹھی حافض ابن صلاح علیہما الرحمہ سے نقل کرتے ہیں:

وقاتل الحسين لا يكفر بذلك وإنما ارتكب أثماً عظيماً
الصواعق المحرقة. (تبصرة مشہد کربلا یزید ص ۵۸)

حضرت حسین کا قاتل قتل کی وجہ سے کافر نہ ہو گا بلکہ وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہو گا۔
ان دونوں عبارتوں میں نام تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا لیا گیا ہے کیونکہ گفتگو کا تعلق ان کی ذات خاص ہے مگر مراد اس سے کوئی بھی صحابی ہے اس لئے کہ یہ نافرمانی اور معصیت کسی بھی صحابی کا قتل کرنے سے ہو گی جس کا تعلق خاص حضرت کی ذات سے نہیں ہے بلکہ شرف صحابیت (۱) سے ہے، بنا بریں کہا جائے گا کہ جنگ حرہ میں شریک صحابہ کرام کے قتل کرنے اور اس کا حکم دینے والے یزید کا فاسق ہونا بھی بالکل ظاہر ہے، یہ فسق تو کسی ایک صحابی کے قتل سے ثابت ہو جاتا ہے اور یہاں تو متعدد صحابہ کا قتل کیا گیا ہے، مگر ہمارے یزیدی حمایتی اہل علم کو ابھی یزید کے فاسق ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں مل سکی ہے، صرف تاریخی روایتوں اور سنی سنائی باتوں کو بے چارے کیسے مان لیں، بالخصوص محقق کبیر محدث

جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ علیہ الرحمۃ والہ تعالیٰ کفر اور کفر اور بات کو ماننا ہی نہیں
 سکتے ہیں جس کی رو سے یزید فاسق و بد چکا تھا۔
 اگر جنگ حسین یا جنگ جمل و کربلا کراہت میں کیا جائے کہ پھر تو ان دونوں جنگوں
 میں بھی مقتول صحابہ کرام ہیں اس لئے قاتلین کو فاسق کہتے تو جواباً عرض ہے کہ یہاں
 قاتلین میں کوئی غیر صحابی نہیں ہے، البتہ قاتلین جنگ جمل و کربلا میں کوئی بھی قاتل صحابی نہیں ہے
 اس لئے پوری یزیدی فوج مع فرمانروایزید کے سب فاسق ہو چکے ہیں اور ان کو کوئی بھی
 ارتکاب فسق کے کبیرہ گناہ سے نہیں بچا سکتا، زیادہ سے زیادہ وہی حافظہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ
 کے بیان میں پناہ لینی پڑے گی کہ مقتول سارے کے سارے صحابہ خود باغی اور خلافہ وقت
 سے بغاوت کرنے کے جرم میں بہکا تھے، اس لئے ان کے قاتل فاسق نہ ہوئے ٹھیک ہے
 یہ تاویل ان کو فسق سے بچانے کے لئے کنایت کر سکتی ہے مگر جن کی حرمتیں لوٹی گئیں اور جن
 کے مال و اسباب لوٹے گئے، ان کے بارے میں شرعاً کیا جواز ہے؟ وہ اور ان کے ہمتا
 اور اس فعل سے راضی رہنے والے یزید کے لئے فسق سے خلاسی کا کوئی راستہ پھر بھی نہیں
 کھل پاتا ہے اس لئے فوراً سمجھئے کہ مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ اور ان کی طرحت دوسرے اہل علم
 یزید کے ہمتا حضرات کے لئے سوائے رجوع کرنے اور اپنے فیصلے بدلنے کے کوئی راستہ
 نہیں ہے، یہ تو ۶۳ھ کے بعد کا حکم ہوا اور اس سے پہلے حضرت حسینؑ اور ان کے اہل خانہ کی
 شہادت ۶۱ھ کا معاملہ اس سے بالکل الگ ہے اس وقت یزید کی شراب نوشی کا اعلان یہ علم بھی
 نہ تھا اور نہ ہی قتل کا حکم دینا یا راضی ہونا یزید سے ثابت ہے۔

مولانا عظمیٰ کا بیان کردہ خلاصہ:

چنانچہ مولانا عظمیٰ لکھتے ہیں:

”یہ سارے بیانات بتاتے ہیں کہ یزید نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا نہ وہ یہ چاہتا تھا

(۱) مولانا سران الحق پھلی شہری لکھتے ہیں: صحابی کا قتل کرنا گناہ کبیرہ ہی ہے۔ (سیرت حضرت علی زین

کیا ایسا ہوتا ہے؟ وہ ہمارے یہ وہ خوش ہوا ہمارے تاریکیاں کے علاوہ امتین ہمارے شریعت ہمارے
 اسلام امام نزاری، علامہ سائن تیمیہ اصلاطی تاریکی وغیرہم کی تصریحات ہمیں موند ہیں
 کہ یزید کا یہ جہم کہ حضرت حسینؑ کو اس نے قتل کیا یا اس کا حکم دیا تھا؟ بہت نہیں ہے کہ
 یزید نے ہمدانیت لکھا ہے کہ لکنہ ہو لکنہ ہمارے ہمدانیت لکنہ ولم یظهر الرضا بہ ولا
 النضر من قتلہ۔ (منہاج النجاشی ص ۱۲۹)

اس سلسلہ میں یزید سے یہی بات جو جماعت متفقین کے ایک فرد نے لکھا ہے وہ یہ
 ہے کہ یزید نے نہ قتل حسینؑ کا حکم دیا نہ ہو جانے یہاں کو یہ بات یہی گئی مگر جس تحقق نے یہ
 بات لکھی ہے خود اسی نے متصل یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ہم نے پہلے یہ بھی بتا دیا ہے کہ یزید نے
 صاف صاف کہا کہ میں ہوتا تو یہ نہ کرتا اور اس نے مرہمہ کالانے والوں کو کوئی انعام نہیں
 دیا۔ (دیکھو ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۰)

بلکہ اس تحقق نے جیسا کہ ابھی یہ بھی نقل کیا ہے کہ یزید نے ابن زیاد پر راحت بھیجی نیز
 اسی تحقق نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یزید کا مرنے سے پہلے آخری کلام یہ تھا۔

المہم (۱) لا تو اخذنی بمالم احبہ وارذہ واحکم بنی وبن عبد
 اللہ بن زیاد۔ (ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۶)

اے اللہ میں نے جس بات کو ناپسند کیا نہ اس کو چاہا تو اس کا مواخذہ مجھ سے نہ
 کر اور میرے اور ابن زیاد کے بیچ تو حکم بن اور فیصلہ کر۔

مولانا اعظمی کے خلاصہ پر راقم کا تحقیقی جائزہ:

جواباً عرض ہے کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے یزید کی موت کے وقت کا
 جملہ جو نقل فرمایا ہے، کیا اس واقعہ کے لئے کوئی قابل اعتماد سند ذکر کی ہے یا صرف ابن کثیر
 کی نقل اور تاریخی بے ثبوت ایک روایت کو دلیل بنادیا ہے، اگر کوئی قابل اعتماد سند ہے تو
 پیش فرما کر اس سند کے راویوں کی حیثیت واضح فرمادیں اور اگر ابن کثیر جیسے محقق محدث

شہید کر بلا اور کردار یزید

و مورخ لقل کردینا روایت کو مستند اور قابل اعتماد بنانے کے لئے کافی ہے تو ایسی سند
ساتھ تو ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے خود یہ بھی واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جب لٹا ہوا قافلہ اہل بیت
سے شام یزید کے پاس لایا گیا اور حضرت حسینؑ کی بہن فاطمہ بنت علیؑ جو کم عمر اور ہلکا
مٹو بصورت تھیں، ان کو دیکھ کر ایک شامی شخص نے یزید سے کہا: اے امیر المومنین اس لڑکے
مجھے بہہ کر دیجئے، اس کی اس بات پر وہ گھبرا کر کانپ اٹھیں، ان کا کہنا تھا کہ میں نے یہ
یہ کام ان کے لئے جائز ہوگا، اس لئے اپنی بہن کے کپڑے سے لپٹ گئی، وہ مجھ سے یہ
اور زیادہ عقل والی تھیں اور ان کو معلوم تھا کہ ایسا ان کے یہاں بھی ناجائز ہے، پس انہوں
نے اس شخص کو جواب دیا: واللہ تو جھوٹا اور نسیم شخص ہے، یہ کام نہ تیرے بس کا ہے نہ یزید
بس میں ہے، یہ من کر یزید غصہ میں آ گیا اور ان سے کہنے لگا تو غلط بولتی ہے، واللہ یہ کام
میرے بس میں ہے اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں، اس پر زینب نے کہا ہرگز نہیں،
نے تمہارے لئے یہ جائز نہیں رکھا الا یہ کہ تم ہمارے دین سے نکل جاؤ اور کسی دین میں داخل
ہو جاؤ، اس پر یزید غضبناک ہو گیا اور جلدی بازی کرنے لگا اور بولا: مجھ سے تو اس طرح
مقابلہ کرتی ہے، دین سے تو تیرا باپ اور بھائی نکل چکا ہے، اس پر زینب نے کہا: میرے
والد اور بھائی کے دین اور مانا کے دین سے تو تم کو ہدایت کا راستہ ملا اور تمہارے باپ والد
بھی ہدایت ملی، اس پر یزید نے جواب دیا: کذب یا عدوۃ اللہ اے اللہ کی دشمن تو
بولتی ہے اور اس پر زینب نے کہا، تو زبردستی بنا ہوا امیر المومنین ہے، ظلمنا برا بھلا کہتا ہے
حکومت کے رعب سے قہر ڈھاتا ہے، حضرت فاطمہ کہتی ہیں، یزید شرما کر خاموش ہو گیا
پھر اس شامی شخص نے کہا: اے امیر المومنین! اس لڑکی کو مجھے بہہ کر دیجئے، اس پر یزید نے
تم مجھ کو زندگی گزارو، اللہ تم کو فیصلہ کرنے والی موت دے گا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۷۲ تا ۳۷۳)
محقق ابن کثیر علیہ الرحمۃ کی نقل کردہ حضرت زینب اور یزید کی مذکورہ بالا گفتگو پڑھ
اور بار بار غور سے پڑھئے اور اس سے ان شامیوں اور خود یزید کی ذہنیت کا اندازہ لگائیے۔

(۱) یزید کے انتقال کے وقت یہ کلام ضعیف ہے، یزید سے نقل کرنے والے کا نام معلوم نہیں ہے۔

خود کو خلیفہ برحق اور کربلا کی جنگ کے بارے میں اور لوٹے جانے والے قائلہ ال بیت کی عورتوں کے بارے میں کیا نظریہ رکھتا تھا اور اس طرح کی تاریخی روایتوں کو صحیح تسلیم کر کے کہا جائے کہ اس ذہنیت پر شرعی حکم سنائیے تو مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کی طرف سے اس کے سوا کیا جواب ہوگا کہ یہ سب تاریخی غیر مستند روایتیں ہیں، شرعی احکام میں ان کو قبول نہیں کیا جائے گا نہ اس پر اعتماد کیا جائے گا! حالانکہ انہیں کے محقق مورخ ابن کثیر علیہ الرحمہ کا بلا کسی تردد اور تذبذب کے نقل کیا ہوا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ یا امام غزالی یا ملا علی قاری یا کسی عالم اور محقق کی تحریر پیش کر دینے سے کوئی حقیقت نہیں بدل جاتی، بے سوچے سمجھے تحقیقی غور و فکر کے بغیر ایسا کرنے کا حکم مولانا حبیب الرحمن صاحب نے خود فیصلہ کر کے بتا دیا ہے۔

کسی عالم کا بیان اسی حد تک قابل قبول ہو سکتا ہے جب تک واقعات و مشاہدات اس کے مکتب نہ ہوں واقعات سے آنکھ بند کر کے کسی غیر معصوم کے قول کو واجب التسلیم سمجھنا اس کو معصوم سمجھنا ہے۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۷۸)

یہ ناصحانہ تجزیہ اور تبصرہ ہمارا نہیں خود مولانا اعظمی کا اپنا ہے، اس لئے بار بار اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے بالخصوص یزید کی حمایت کرتے وقت اس کو ہر وقت پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

کئی صفحات ہمارے بزرگ حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے قتل حسینؑ سے یزید کی براءت ثابت کرنے میں صرف کر ڈالے ہیں اور اپنی کتاب میں بار بار زور دیکر یزید کے بے قصور ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے اور مسئلہ پر خوب زور شور سے تاریخی شہادت کو مضبوط اور نہایت قابل اعتماد بنانے کے لئے علامہ ابن تیمیہ امام غزالی ملا علی قاری اور حافظ ابن کثیر کو تو خاص طور پر ایک ہی صفحہ میں تین چار مرتبہ محقق کا خطاب عطا فرمایا ہے حالانکہ تاریخوں میں جہاں ایسی روایتیں پائی جاتی ہیں جو یزید کو قتل حسینؑ سے بری کرتی ہیں وہاں تاریخوں میں ایسی شہادتیں بھی موجود ہیں جو اس کو ہی اصل مجرم اور قصور وار

نہ ہوتی ہیں اور بڑے بڑے متفق اکابر علماء نے اسی کو اختیار بھی کیا ہے، گزشتہ اور اس میں
امام ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی سے صراحت گزر چکی ہے اور ان کی عبارتیں بھی اہل کفر
ہاتھی ہیں۔

الفتح دولہ بمقتل الحسين الشہید، (میر انعام العلماء)
اپنی حکومت کا آغاز حضرت حسینؑ کے قتل سے کیا۔

اور

قتل الحسين و اخواله و آلہ، (تاریخ الاسلام)
حضرت حسینؑ ان کے بھائیوں اور ان کے اولاد کو قتل کیا۔
اس جگہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کا فیصلہ سنئے:

وكان منهم كافي لادانہ، ومقتله اهل الفضل بسبب قتله الحسين
ثم بسبب وقعة الحرة، (تجمل الملاحہ ص ۲۵۲ متفق مع مؤامہ)
وہ اپنی لذتوں میں غرق رہتا تھا اہل کمال نے اس کو پسند نہیں کیا ہے، حضرت
حسینؑ کے اس کے قتل کرنے کی وجہ سے پھر اس کے بعد واقعہ حرہ کی وجہ
سے بھی۔

اور متفق ابن کثیر بھی لکھتے ہیں:

وقد تقدم ان قتل الحسين واصحابه على يدى عبید اللہ بن
زیاد، (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۴۱۳)

اور پہلے گزر چکا کہ یزید بنی نے حضرت حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو عبد اللہ بن
زیاد کے ہاتھوں قتل کیا ہے۔

یہ تقریحات سب کی سب علمائے شریعت کی ہیں جو یزید کو قتل حسینؑ سے بری ماننے
سے روکنے کے لئے کافی ہیں اور تاریخی شہادت تو بالکل صاف اور اسی کے حامل مجرم ہونے
کی بھی موجود ہے۔ علامہ ابن اثیر علیہ الرحمۃ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا

ایک خط یزید کے خط کے جواب میں نقل فرمایا ہے اس کو پڑھئے۔ یزید کا خط اور حضرت عبد اللہ بن عباس کا جوابی خط نقل کرنے میں ہلالت ہوئی، اس جگہ میں صرف حضرت عبداللہ بن عباس کے خط سے خاص خاص الفاظ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جن کو دونوں کے خط دیکھنے کا شوق ہودہ ابن اشیر کی تاریخ کامل کی طرف رجوع فرمائیں۔ (۱)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ یزید کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

كيف وقد قتلت حسينا وفتيان عبد المطلب مصابيح الهدى

ولسجوم الأعلام، غادرتهم خيولك بامرک فی صعيد واحد،

مراقبين باللعاء، مسلوبين بالعراء، مقتولين بالظماء، لا مكفين

الخ (الکامل فی التاريخ ج اول ص ۶۳۲/۱۲۸۳ مطبوعہ بیت الامان الدولہ)

”کس منہ سے تو یہ بات کر رہا ہے جب کہ تو نے ہی حضرت حسینؑ کو شہید کیا اور عبدالطلب کے نو جوانوں کو بھی قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور رہنماؤں کے ستارے تھے، ان کو تیرے گھوڑوں نے تیرے حکم سے روند کر چھوڑا ایک زمین میں حالانکہ وہ خون سے لت پت چٹیل میدان میں، برہنہ حالت میں اور شدت پیاس سے مقتول پڑے تھے، ان کو کفن بھی نصیب نہ تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ خط صرف تاریخی سند سے مروی نہیں ہوتا تو پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل یزید نے کرایا تھا کیونکہ قد قتلت حسينا وفتيان عبد المطلب اور بامرک فی صعيد واحد کے الفاظ جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول الفاظ، بالکل قتل کی نسبت اور حکم دینے کو صاف صاف یزید کو مجرم بنانے کا تقاضا کرتی ہیں اور اس خط کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

(۱) یزید اور ابن عباس کے دونوں خطوط مجمع الرواۃ ج ۷ ص ۲۵۰-۲۵۱ پر بحوالہ طبرانی منقول ہیں اور

علامہ نور الدین ہشمی فرماتے ہیں: رواہ الطبرانی فی جماعۃ ثم اعرولہم (مجمع الرواۃ ج ۷

ص ۲۵۲، الطبرانی المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۲۳۱ تا ۲۳۳۔

سے منسوب و ثابت نہ ہائے کی کوئی معتول وجہ بھی نہیں ہے، سو اس کے کہہ دیا جائے کہ یہ ایک تاریخی روایت ہے جس کی نہ کوئی قابل اعتماد سند ہے نہ اس سند کے رجال کا کوئی قابل معلوم ہے، یہ بات ٹھیک ہے مگر میں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ یزید کو بری کرنا والے اس کے حمایتی جو یزید کو بالکل ٹھیکین چٹ دے رہے ہیں، ان کے پاس کوئی مستند سند اور صحیح روایت ہے؟ وہ بھی تو سامنے لائیں تاکہ سب پر غور کیا جائے یا صرف ان کے ہاتھ میں بھی اس سے زیادہ کمزور غیر معتد صرف تاریخی روایت یا صرف چند علماء کے اقوال ہیں جن کو محقق محقق کہہ کر صرف رعب جمار ہے ہیں اور حقیقت میں اس قول میں کوئی دم نہیں، محقق ابن کثیر نے یزید کا قتل حسین سے بالکل بری ہونا تسلیم نہیں کیا ہے اور دونوں قسم کی روایتوں کو ذکر کیا، وہ بھی لکھتے ہیں:

ان یزید فرح بقتل الحسین اول ما بلغه ثم ندم علی ذلک.

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۷)

بیشک یزید خوش ہوا جب حضرت حسین کے قتل کی پہلی خبر پہونچی، اس کے بعد اس بات پر نادم ہوا۔

بلکہ جس روایت میں یزید کے عبداللہ بن زیاد سے ناخوش ہونے اور اس پر لعنت بھیجے کا ذکر ہے، خاص اس روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

بل ابی علیہ وقتله لبغضنی بقتله الی المسلمین، و ذرع لی فی قلوبہم العداۃ لابغضنی البر و الفاجر بما استعظم الناس من قتلی حسیناً، مالی و لابن مرجانہ، لعنہ اللہ و غضب علیہ.

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۷)

بلکہ عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت حسین کی درخواست سے انکار کر دیا اور قتل کر ڈالا، ان کے قتل کی وجہ سے تمام مسلمانوں میں مجھ کو مبغوض بنایا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری عداوت کا بیج ڈال دیا، ہر نیک و بد نے مجھے

مبغوض بتایا اور میرے حضرت حسین کے قتل کرنے کو لوگوں نے بہت بڑی بات بتایا، اس لئے ابن مرجانہ یعنی عبید اللہ بن زیاد سے میرا کیا تعلق؟ اللہ اس پر لعنت کرے۔

یزید کا اپنا بیان ہے جس میں من قتلی حسیناً موجود ہے، اگرچہ اسی عبارت میں قتل کی نسبت اس سے پہلے عبید اللہ بن زیاد کی طرف بھی کی ہے، بعد میں اس کی نسبت اپنی طرف بھی کرنی پڑی ہے؛ کیونکہ لوگ یہی مانتے جانتے تھے، اس بات کو بہت بڑی بات سے تصور کرتے تھے، کام نکل جانے اور قصہ تمام ہو جانے پر اب ہر ایک دوسرے پر الزام رکھتا اور لعنت اور ملامت کرتا تھا، خود عبید اللہ بن زیاد بھی بقول ابن کثیر علیہ الرحمہ یزید کو فاسق ہی کہتا اور سمجھتا تھا، مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ بھلے ہی یزید کو فاسق کہنے میں شک اور تردد کا اظہار کرتے ہوں لیکن عبید اللہ بن زیاد کو اس میں کوئی تذبذب یا تردد بالکل نہ تھا، ابن کثیر علیہ الرحمہ تنہا نہیں بلکہ علامہ ابن اثیر علیہ الرحمہ بھی نقل فرماتے ہیں۔

وقد كان يزيد كتب الى عبد الله بن زياد ان يسير الى ابن الزبير فيحاصره بمكة فابى عليه وقال والله لا اجمعهما للفساق ابداً، اقتل ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم واغزو البيت الحرام؟ وقد كانت أمه مرجانه قالت له حين قتل الحسين: وبحك ماذا صنعت وماذا ركت، وعنفته تعنيفاً شديداً. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۰۹)

یزید بن معاویہ نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھا تھا کہ وہ عبید اللہ بن زبیر کی طرف نکلے مکہ میں ان کا محاصرہ کرے؛ لیکن اس نے یزید کا انکار کیا اور کہا: خدا کی قسم میں دونوں بات اس فاسق کے لئے جمع نہیں کروں گا، نبی کے نواسے کو قتل بھی کروں اور بیت اللہ پر فوج کشی بھی کروں؟ عبید اللہ بن زیاد کی ماں مرجانہ نے

کہا جس وقت حضرت حسینؑ کو اس نے شہید کیا تھا: تیرا ناس ہو یہ تو نے کیا کیا
اور کیسا کام کر ڈالا اور ماں نے بہت سخت ست اس کو کہا تھا۔

اور علامہ ابن اثیر کی تاریخ الکامل ج ۱ ص ۶۳۷ قدیم نسخہ ج ۳ ص ۱۱۲۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ کی منقولہ بالا روایت سے صرف عبید اللہ بن زیاد کا یزید کو فاسق
کہنایا سمجھنا نہیں ثابت ہوا؛ بلکہ اس کے الفاظ لا اجمعہما للفاسق ابداء، قتل ابن
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واغزو البيت الحرام سے صاف صاف
یہ بھی ثابت ہوا کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل بھی یزید کی مرضی اور حکم سے کیا اور
درتہ فاسق کے لئے دونوں باتوں کے جمع کرنے کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے۔

فسق یزید پر فرزند یزید کی شہادت:

اس گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے یہ بتادوں کہ یزید کے فاسق ہونے کی گواہی عبید اللہ
بن زیاد نے تنہا نہیں دی ہے بلکہ تاریخوں میں خود یزید معاویہؓ کی گواہی بھی پائی جاتی ہے
علامہ ابن حجر عسقلانی کی اپنی کتاب الصواعق المحرقة ص ۲۲۳ مطبوعہ استنبول میں ہے: معاویہ
بن یزید نے جب اس کو یزید کے بعد ولایت اور حکومت سوچنی گئی ممبر پر آ کر خطبہ دیا اور کہا یہ
خلافت اللہ کی ایک رمی ہے میرے دادا معاویہؓ نے خلافت کے اہل حضرت علی بن ابی
طالب سے جو میرے دادا سے زیادہ حق دار تھے، ان کے ساتھ نزاع کیا اور تمہارے ساتھ
جو کچھ کیا تم کو معلوم ہے یہاں تک کہ ان کو موت آگئی اور اپنی قبر میں اپنے ذنوب کے ساتھ
مدفون ہو گئے پھر خلافت کا قلاب میرے والد یزید کے گلے کا ہار بنا حالانکہ وہ اس خلافت
کے اہل نہ تھے، انہوں نے رسول اللہؐ کے نواسے سے جھگڑا کیا اپنی عمر کو کھیل کود میں گزارا اور
اپنی عاقبت کو برباد کر ڈالا پھر اس کے بعد رونے لگا اور کہا:

ان من اعظم الامور علينا علمنا بسوء مصرعه وبس منقلبہ،
وقد قتل عنرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اباح الخمر
و خرب الکعبة ولم اذق حلاوة الخلافة، فلا اتقلد مرارتها

۱۔ بلکہ تاریخوں میں خود یزید کے بیٹے معاویہ کی گواہی بھی پائی جاتی ہے۔

فشانکم امرکم. (الصواعق المحرقة ص ۲۳ طبع استنبول)

بڑی مصیبت ہم پر یہ ہے کہ ہم اس کے ٹھکانہ کی برائی اس کی بد انجامی کو جاننے
ہیں، اس نے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا ہے اور شراب کو مباح سمجھا
اور کعبہ کی تخریب کی، میں نے خلافت کی طلاوت نہیں چٹکھی، اس لئے اس کی تلخی
چکھنا نہیں چاہتا تم جانو اور تمہارا کام جانے۔

اسی طرح کا مضمون حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۸۸، تاریخ دول الاسلام اور تاریخ قمیس وغیرہ
کے حوالے سے سید لعل شاہ بخاری نے اپنی کتاب اختلاف یزید کے ص ۲۱۲ و ۲۱۳ پر بھی نقل
فرمایا ہے، لہذا بغور مطالعہ فرمائیے مرض وفات سے صرف چالیس دن پہلے انتقال کے وقت
معاویہ بن یزید نے یہ بیان دیا ہے اور بقول مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ۔

کیا کوئی مسلمان موت کے وقت جھوٹ بولے گا اور خدا کے پاس جاتے ہوئے جو
عالم الغیب والشہادہ ہے اپنے باپ کے خلاف ہی گواہی دے گا، یہ تو گھر کی شہادت اور خود
بیٹے کی اپنے باپ کے خلاف ہے جہاں جھوٹ اور غلط بیانی کا ادنیٰ شبہ بھی نہیں، اس کے
باوجود یزید کے حمایتیوں کو یزید کی شراب نوشی کے بارے میں کوئی تاریخی شہادت تک نہ ملی
حالانکہ ابوالحسن مدائنی کے حوالہ سے صحیح سند کے ساتھ ایک روایت پہلے نقل کی جا چکی ہے وہ
تنہا ثبوت کے لئے کافی ہے مگر اس کی تائید ضعیف روایتوں تاریخی شہادتوں کو پیش کر ہی
دیا ہے، اب ایک دوسری صحیح سند والی روایت پیش کر رہا ہوں تاکہ یزیدی حمایت کے سرگرم
اہل علم حضرات کو تسلیم کرنے میں بھی شک و شبہ باقی نہ رہ جائے، امام محدث بیہقی اپنی کتاب
دلائل النبوة کی چھٹی جلد میں پوری صحیح سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو الحسن بن الفضل اخبرنا عبد اللہ بن جعفر حدثنا
يعقوب بن سفيان قال سمعت ابن عضير قال اخبرنا ابن فليج
ان ابا عمرو بن حفص بن المغيرة وفد على يزيد، فاکرمه

(۱) یہ اقرار معاویہ بن یزید کو اپنے والد کے بارے میں ہے کہ اصل قاتل یزید ہے۔

وأحسن جائزته، فلما قدم المدينة قام الى جنب المنبر، وكان مرضيا صالحا. فقال: ألم أحب أن أكرم، والله لرايت يزيد بن معاوية بترك الصلاة سكرأ، فاجمع الناس على خلعانه بالمدينة فخلعوه.

(دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۴۱۷ اور دلائل النبوة کے محشی محقق سید محمد ابراہیم حاشیہ پر لکھتے ہیں ورواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۸ من طریق عبد اللہ بن جعفر بہ)

ہم کو ابوالحسن بن الفضل نے خبر دی ان کو عبد اللہ بن جعفر نے بتایا ان کو یعقوب بن سفیان نے کہا کہ میں نے ابن عسیر سے سنا اور انہوں نے کہا کہ ابن خلیفہ نے خبر دی کہ (عمرو بن حفص) بطور وفد یزید کے پاس بھیجے گئے تو یزید نے اکرام کیا اور اچھا انعام دیا لیکن جب وہ مدینہ لوٹ کر آئے تو ممبر کے قریب کھڑے ہوئے وہ نیک اور پسندیدہ شخص تھے انہوں نے کہا: میرا اکرام کیا گیا تو میں کیوں ناپسند کروں لیکن بخدا میں نے یزید بن معاویہ کو نشے میں دیکھا کہ اس نے نماز ترک کر دی پھر مدینہ والے اس کی بیعت توڑنے پر متفق ہو گئے اور لوگوں نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی۔

اس روایت کے اندر امام بیہقی کے کل پانچ راوی ہیں اور سب کے سب ثقہ ہیں جس

کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)..... ابوالحسن بن الفضل، ابو محمد ابن الحسین بن محمد بن الفضل القطان المتوفی

۳۱۵ھ: ثقہ ہیں۔ (دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی ج ۹ ص ۴۵۱)

(۲)..... عبد اللہ بن جعفر درستیہ النخوی المتوفی ۳۷۲ھ: ثقہ ہیں۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۶ ص ۳۱۸)

(۳)..... یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی الفسوی حافظ کبیر ثقہ ہیں۔

(دیکھئے تہذیب المعجم ج ۶ ص ۲۲۳ اور تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۵۱۲)

(۴)..... ابن عفر، ہوسید بن کثیر بن عفر نسب لجدہ، ثقہ ہیں۔

(دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۶۱)

(۵)..... ابن لعلح، ہومحمد بن فلح التوفی ۱۹۷ھ ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۱)

(۶)..... ابو عمرو، ہوا ابو عمرو بن حفص بن الکثیر، صحابی ہیں۔

تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۱۶ اور اصابہ ج ۴ ص ۱۳۹ اور امام بیہقی نے خود سند میں

ہی فرما دیا ہے وکان مرضیا صالحا۔

یہ سند بھی اعلیٰ درجہ کی صحیح سند ہے اور امام بیہقی جیسے عظیم محدث اسی سند سے روایت نقل فرما رہے ہیں، یہ روایت بھی یزید کا شراب پینا اور نشہ کی حالت میں رہنا بتا رہی ہے اور نماز چھوڑنا بھی فسق کی واضح دلیل ہے اور کوئی تاریخی روایت بھی نہیں ہے، اگر اب بھی یزید کا فاسق ہونا ثابت نہیں ہوا تو کیا ثبوت کے لئے وحی نازل ہوگی لیکن ہمارے مہربان یزیدی حمایتی حضرات اس کو اپنے علمی غرور اور تکبر کی وجہ سے نہ ماننے والے ہیں اور نہ مانیں گے۔ محدثین کرام جن کی نظریں وسیع ہیں، ان کے علم میں اس سلسلہ کی اور بھی روایت موجود ہیں اور اسماء الرجال کے اندر بھی یزید کی شراب نوشی کی مزید تصریحات موجود ہیں، ان سب کو مسترد اور رد کر دیا جائے تو نہ اسماء الرجال کا کوئی اعتبار باقی رہے گا نہ علم حدیث اور سند کا ہی کوئی بھروسہ رہ جائے گا، ایسا دروازہ کھل جائے گا کہ دین پازیر بچے اطفال ہو کر رہ جائے گا، حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اپنی اصابہ ج ۳ ص ۱۷۳ القسم الثانی حضرت محمد بن ابی الجہم عدوی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ذكر الزبير ان محمدا هذا شهد الحرة فقتله مسلم بن عقبة بعد

ذالك صبرا، وكان قبل ذلك وفد على يزيد فاجازه فلما

خرج اهل المدينة على يزيد، شهد محمد عليه أنه يشرب

الخمر وغير ذلك فقال له مسلم بن عقبة، والله لا يشهد

شهادة زور بعدها فقتله، وكذا ذكر يعقوب بن سفيان في

تاریخہ عن ابراہیم بن المفدر عن محمد بن الضحاك بن
ضحاك عن مالک عن مالک وزاد و كانت الحرة سنة ثلاث
وستين وقتل يونس من حملة القرآن سبع مائة نفس.

(اصابہ ج ۳ ص ۳۷۳ القسم الاول)

زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے یہ محمد واقعہ حرہ میں شریک تھے اور واقعہ کے بعد مسلم
بن عقبہ نے ان کو قید کر کے قتل کر دیا، اس سے پہلے انہوں نے ایک بار یزید
سے ملاقات کی تھی اور یزید نے ان کو انعام بھی دیا تھا لیکن محمد بن ابی الجہم نے
یزید کے خلاف گواہی دی تھی کہ وہ شراب پیتا ہے اس کے علاوہ اور غلط باتوں
کے بارے میں بھی بتایا تھا، اس پر مسلم بن عقبہ نے کہا: خدا کی قسم اس واقعہ کے
بعد جھوٹی گواہی نہ دے گاں اس لئے ان کو قتل کر دیا اور اسی طرح یعقوب بن
سفیان نے اپنی تاریخ میں ابراہیم بن المنذر نے عن محمد بن ضحاك عن مالک
بیان کیا ہے اور واقعہ حرہ ۶۳ھ کو پیش آیا تھا اور اس میں سات سو حاملین قرآن
اس دن قتل کئے گئے۔

اس کے پہلے والی روایت میں ابو عمرو صحابی نے واللہ لرأیت یزید بن معاویہ فرمایا
کہ بخدا میں نے یزید کو خود دیکھا نشہ کی حالت میں نماز چھوڑتے ہوئے، اس روایت میں
بن ابی جہم رضی اللہ عنہ نے شہادت دی شراب پینے کی، کیا محمد بن ابی جہم جیسا صحابی جھوٹی
بے دیکھے گواہی دیگا؟ ان کو شہادت کے شرعی شرائط کا علم بھی نہ تھا؟ بعد کے لوگ شہادت
کے معنی جان گئے، ان صحابی کو اس کا کوئی علم اور پتہ نہ تھا، کیا یہ بات باور کرنے کے لائق ہے
اس روایت کے بھی تمام راوی ثقہ ہیں، آخری راوی امام دارالبحرہ امام مالک بن انس
روایت ختم ہوتی ہے جو امت کے چار ممتاز و معتدترین ائمہ میں سے ایک ہیں، انقطاع
ارسال کا احتمال اس لئے ختم ہو جاتا ہے کہ سب کو معلوم ہے کہ امام مالک ایک کے علاوہ
ضعیف سے روایت کرتے ہی نہیں اور مذکورہ بالا روایت کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)..... یعقوب بن سفیان التوفی کے ۲۷ھ ثقہ حافظ۔

(تمہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۲۳)

(۲)..... ابراہیم بن منذر المدنی التوفی ۲۳۶ھ بخاری کے راویوں میں ہیں

صدوق ثقہ ہیں۔ (تمہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۰۸)

(۳)..... محمد بن ضحاک ثقہ ہیں۔

امام قاسم بن قطلوبغا نے کتاب الثقات ممن لم يقع فی الکتب السنۃ اور امام بخاری نے التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۲۲ امام صفدی نے البیانی بالوفیات، امام احمد ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں ان کو ذکر کیا ہے۔

(۴) امام مالک بن انس: کل من روی عنہ مالک فهو ثقة الا عبد الکریم عبد الکریم کے سوا جس سے امام مالک روایت کرتے ہیں وہ ثقہ ہوتا ہے اس لئے تمام ثقہ ہیں مرسل اور منقطع بھی اس روایت میں عبد الکریم سے نہیں، اگر ہے بھی تو چونکہ وہ نافع اس طرح کی روایت کر چکے ہیں، اس لئے انہیں کا اس میں امکان قوی ہے پھر اگر روایت منقطع یا مرسل بھی ہے تو اس کے لئے عمرو بن حفص صحابی کی روایت موجود ہے اس لئے دونوں قابل اعتماد اور صحیح روایت مانی جائے گی، اصول حدیث کی روشنی میں قابل استدلال اور حجت ٹھہرے گی۔

امام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

فهذان المرسلان من هذين الوجهين المختلفين مدلان على

ثبوت الحديث. (اتضاء الصراط المستقیم ج ۲ ص ۲۵۷)

تو یہ دونوں مرسل روایتیں جو مختلف سندوں سے مروی ہیں حدیث کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

چونکہ امام مالک کی پیدائش، صحابی رسول جو گواہی دے رہے ہیں محمد بن ابی الجہم کی شہادت کے بعد ہوئی لہذا دونوں کے درمیان محدثین کے قاعدہ سے انقطاع یا ارسال ماننا

ضروری ہے پھر اس روایت میں مزید قوت ایک تیسری سند والی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں واقدی جیسا ضعیف راوی پایا جاتا ہے دیگر صحیح منقطع السنہ روایتیں اس کو قوت پہونچاتی ہیں اس لئے اصول حدیث اور محدثین کے قاعدہ کے مطابق وہ بھی قوی اور قابل استدلال قرار پائے گی، واقدی والی وہ ضعیف روایت امام حاکم مستدرک میں اور محمد بن سعد اپنی طبقات ابن سعد میں حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کی گواہی کے تعلق سے نقل کرتے ہیں:

حدثني عبد الرحمن بن عثمان بن زياد اشجعي عن ابيه قال كان معقل بن سنان الاشجعي قد صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحمل لواء قومه يوم الفتح وكان شابا طريا، ولقي بعد ذالك حتى بعته (۱) الوليد بن عقبه بن ابي سفيان وكان على المدينة فاجتمع معقل بن سنان مسلم بن عقبة الذي يعرف بمسرف فقال معقل لمسرف وقد كان انسه وحادث الى ان ذكر معقل بن يزيد بن معاوية فقال معقل اني خرجت كرها لبيعة هذا الرجل وقد كان من القضاء والقدر خروجي اليه وهو رجل يشرب الخمر ويزني بالمحرم ثم قال منه، وذكر خصالا كانت فيه. (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۶۶۹ مطبوعہ دار المدینہ بیروت وج ۳ ص ۵۲۳ مطبوعہ ائمة المعارف حیدرآباد طبقات ابن سعد الجزء الرابع القسم الثاني ص ۲۳)۔

مجھ سے عبد الرحمن بن عثمان نے بیان کیا وہ اپنے والد عثمان بن زیاد اشجعی سے

(۱) ولید بن حبیب نے مدینہ سے وفد بھیج بھجواتھا، وفد بھیجے والا عثمان بن محمد بن سفیان تھا، اس سے معلوم ہوا مدینہ سے پہلے جو حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ کا گورنر ولید بن حبیب تھا، اہل بیت و ائمہ میں شریکدہے ہیں امام ذہبی کی عبارتوں سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔

روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا معطل بن سنان انجمنی نبی کریم کی صحبت میں رہ چکے تھے مکہ میں اپنی قوم کا جھنڈا لئے ہوئے تھے اور تروتازہ و جوان تھے اس کے بعد بھی زندہ تھے یہاں تک کہ ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے ان کو بھجا اور وہ مدینہ کا گورنر تھا پھر مسلم بن عقبہ جو سرف بن عقبہ سے معروف ہے دونوں جمع ہوئے حضرت معطل نے سرف سے کہا: دونوں میں پہلے انس و تنکبوتھی یہاں تک کہ معطل نے یزید بن معاویہ کا ذکر چھیڑا تو معطل نے بتایا کہ میں قہر اجبر اس شخص یعنی یزید کی بیعت کے لئے نکلا لیکن تھا قدرت سے میرا اس کے پاس جانا ہو گیا وہ تو ایسا آدمی ہے کہ شراب پیتا ہے محرمات سے مذاکرہ ہے پھر وہ باتیں کہیں جو یزید کی عادت میں تھیں اس۔

نوٹ: اس روایت میں راویوں کے جوئے نام متحدہ ہم نے سند میں درج کر دیے ہیں اس سند میں کل تین راوی ہیں:

(۱)۔۔۔ محمد بن عمر الواقدی (۲)۔۔۔ عبدالرحمن بن زیاد (۳)۔۔۔ زیاد بن عثمان۔

اس کے بعد صحابی رسول معطل بن سنان انجمنی میں صحابی کو چھوڑ کر سند کا نچلا راوی واقدی ہے اس کے بعد دوراوی عبدالرحمن بن زیاد اور زیاد بن عثمان دونوں باپ بیٹے تابعی ہیں، دونوں ثقہ ہیں اور ان کا تذکرہ اسامہ الرجال کی کتابوں میں موجود ہے جن کو ہم آگے نقل کریں گے اس جگہ بتادینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرور ایام اور بے علم کا ثبوت اور مطیع والوں کی مہربانی سے کتابوں میں نام کے اندر غلطی ہو گئی وہ ذہن میں رہنا چاہئے مستدرک حاکم میں عبدالرحمن کی جگہ ابو عبدالرحمن ہو گیا ہے طبقات بن سعد میں عبدالرحمن بن زیاد کی جگہ عبدالرحمن بن عثمان ہو گیا ہے اسی طرح مستدرک میں ابو عبدالرحمن بن عثمان ہو گیا ہے حالانکہ صحیح نام صرف عبدالرحمن بن زیاد بن عثمان ہے اسبابہ میں صحیح نام ہے زیاد بن عثمان حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ذکر الواقدی من طریق زیاد بن عثمان الاشجعی سند کے راویوں کا حال پڑھے۔

عبدالرحمن بن زیاد: شیخ بیروی عن قباث بن اشیم روی عنہ یونس بن سیف (کتاب الثقات ج ۲ ص ۳۰۷، کتاب التابعین باب العین مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت کتاب الجرح والتعديل ج ۵ ص ۲۹۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت اور التاريخ الكبير للبخاری ج ۵ ص ۱۶۶ الثقات ممن لم یقع فی الکتب السنۃ ج ۶ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار ابن عباس الیمین الصفاء ۱۳۳۲ھ یہ ثقہ بھی ہیں اور تابعی ہیں قباث بن اشیم صحابی سے روایت کرتے ہیں۔

زیاد بن عثمان یہ بھی تابعی ہیں اور ثقہ بھی ہیں، امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں عدوہ فی التابعین لا یعرف مگر ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لسان المیزان میں فرماتے ہیں ذکر ابن حبان فی الثقات لسان المیزان ج ۲ ص ۳۹۵ بخاری اور ابن ابی حاتم فرماتے ہیں بیروی عن عباد بن زیاد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلہ وہو مجهول امام قاسم بن قطلوبغا ان کو چونکہ اپنی کتاب الثقات ممن لم یقع فی الکتب السنۃ کی جلد ۴ ص ۳۵۵ میں ثقات میں شمار کرایا ہے اور ابن حبان نے گذر چکا ثقات میں ہی شمار کیا ہے، اس لئے یہ راوی بھی ثقہ راوی ہیں اور زیاد بن عثمان سے روایت کرنے والے بھی دو ہیں ایک تو ان کے بیٹے عبدالرحمن بن زیاد ہیں دوسرے حجاج بن حجاج الاسلمی ہیں اور اصول حدیث کا قاعدہ معلوم ہے کہ جس سے دو شخص روایت کرتے ہیں وہ مجہول نہیں کہا جاسکتا ہے اس لئے عبدالرحمن بن زیاد بھی مجہول نہیں ان سے محمد بن عمر واقدی اور یونس بن سیف المتوفی ۱۲۰ھ روایت کرتے ہیں غرض اس روایت میں واقدی کے سوا کوئی بھی نہ مجہول اور نہ غیر ثقہ یا ضعیف ہے اور واقدی کے متعلق پہلے گذر چکا ہے وہ ضعیف ہے حافظ ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے اقوال پہلے گذر چکے ہیں امام ذہبی واقدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

محمد بن عمر واقد الاسلمی مولاہم الواقدی القاضی صاحب التصانیف والمغازی العلامة الامام ابو عبد اللہ أحد ادعیۃ

العلم علی ضعفه المتفق علیہ..... ومع هذا لا يستغنى عنه في
المغازی وایام الصحابه و اخبارهم..... ولد سنة ثلاثين
ومائة. (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۵۳۲ و ۵۳۳ منقطع)

محمد بن عمر بن واقدی اسلمی ان کے مولا واقدی قاضی ہیں جو صاحب تصانیف
ومغازی ہیں، علامہ ابن ابو عبد اللہ علم کے برتروں میں سے ایک ہیں جن کے
ضعف پر اتفاق ہے..... اس کے باوجود ان سے استغناء نہیں ہے صحابہ کی جنگوں
اور ان کی خبروں کے سلسلے میں..... ایک سو تیس ۱۳۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔
لیکن واقدی کے ضعف کا انبار سابقہ مرسل اور مسند روایتوں سے ہو جاتا ہے، اس
لئے اصول حدیث کے قاعدہ سے یہ روایت صحیح ٹھہرتی ہے اور قابل استدلال ہے، لہذا اس
روایت کو واقدی کا بہانہ بنا کر بے اعتبار اور کنڈم نہیں کیا جاسکتا ہے۔
اس جگہ یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنے کی ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ
امصابہ کے اندر ج ۲ ص ۴۴۶ پر معقل بن شان صحابی رضی اللہ عنہ سے بحوالہ واقدی یہ الفاظ
نقل فرماتے ہیں:

انی قدمت علی هذا الرجل فوجدته يشرب الخمر وينكح
الحرام فلم يدع شيئا حتى قال فيه. (امصابہ ج ۳ ص ۴۴۶)
میں اس شخص کے پاس آیا تو اسے شراب پیتے ہوئے پایا اور حرام نکاح کرتے
ہوئے اور کچھ بھی نہیں چھوڑا یہاں تک کہ (سب کچھ) کہہ ڈالا۔
اس جگہ وجدتہ کے معنی رائتہ ہی کے ہیں چنانچہ حافظ ذہبی علیہ الرحمہ نے معقل
بن شان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

كان يكون بالكوفة، فوجد علي يزيد فرأى منه امورا منكورة
فسار الى المدينة وخلع يزيد وكان من كبار اهل الحرّة، رضی
الله عنه، امر فذبح صبورا يوم الحرّة وله نيف وسبعون سنة، قتل

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۹۱ مطبوعہ مکتبۃ الصفا)

فی سنة ثلاث و مستین۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۹۱ مطبوعہ مکتبۃ الصفا)
وہ کوفہ میں رہتے تھے یزید کے پاس بطور وفد گئے تو اس سے ناجائز کام ہوئے
دیکھا پھر مدینے چلے گئے اور یزید کی بیعت کو توڑ دیا اور وہ واقعہ حرہ کے سرکردہ
لوگوں میں ہیں، جبراً ان کو قتل کیا گیا، حرہ کے دن ان کی عمر ستر سال سے اوپر تھی۔

مذکورہ بالا تاریخی دستاویزوں کی روشنی میں فسق یزید آشکارا، مگر مولانا
اعظمی کا غیر معقول موقف:

اگر بے ادبی معاف ہو تو اس جگہ عرض کر دوں کہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی اور قاضی
ابوبکر ابن عربی اور امام غزالی علیہم الرحمہ کو دیکھا دیجئے کہ حضرت عمرو بن حفص صحابی اور
حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہما دو دو گواہ چشم دید شہادت یزید کے شراب پیئے کی دوسری
رہے ہیں، اب آپ حضرات صحابہ کرام کو جھٹلا کر کس کی حمایت کر رہے ہیں؟

غور فرمائیں کیا آپ اس کے لئے اپنا علم اور اپنا زور قلم استعمال کر رہے تھے، مولانا
حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کی اس تحریر کا کیا معنی ہے:

”یزید کہ یزید جمہور اہل سنت کی تصریح کے بموجب مسلمان تھا اور کسی مسلمان کو فسق
و فجور کے ساتھ متصف ماننے اور ثابت کرنے کے لئے شرعی اصول سے ضروری ہے کہ اس
کے فسق و فجور کی چشم دید شہادتیں موجود ہوں۔“

تواتر کی حقیقت اور یہ جو بعض علماء جذبات کی رو میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ یزید کی بد
اعمالیوں کی شہرت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے تو میرے نزدیک یہ بات اہل بیت کی محبت
کے جوش میں قلم سے نکل گئی ہے مگر شریعت ایسے جوش کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں کرتی اور اس
کو ان علماء کی اضطرابی حرکت سمجھتا ہوں ورنہ حقیقت کی میزان میں ان کی یہ بات پوری
نہیں اترتی، ہر افواہ جو پھیل جائے اس کو خبر متواتر کہنا تواتر کی سخت توہین ہے تواتر کے لئے
جہاں اور شرطیں ہیں، اس کی ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اگر خبر کا تعلق دیکھنے کی چیز سے ہو

ضروری ہے کہ اس کا مستند انتہاء مشاہدہ ہو ورنہ وہ متواتر نہیں ہو سکتی، پس یزید کی بد اعمالیوں کو متواتر کہنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ان خبروں کا سلسلہ اوپر جا کر جہاں ختم ہوتا ہے وہاں بکثرت ایسے لوگ کے بیانات پائے جاتے ہیں یا نہیں جو یہ کہتے ہوں کہ ہم نے بد اعمالیوں کا ارتکاب کرتے ہوئے یزید کو دیکھا ہے، اگر خبروں کا سلسلہ بیانات پر مشتمل ہوتا ہے تو ان کو متواتر کہنا بے شک صحیح ہے لیکن اگر ایسا نہیں ہے بلکہ ان کی آخری کڑی محض افواہ اور سنی سنائی باتیں ثابت ہوتی ہیں تو ان کو متواتر کہنا بالکل غلط اور صریح مغالطہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھ کر کہنے والا ایک شخص بھی نہیں ہے چہ جائیکہ جم غفیر اور دعویٰ کر دیا جاتا ہے تو اتر کا۔ حالانکہ اس صولت سے تو اتر تو درکنار شرعی اصول سے بد اعمالیوں کا مطلقاً ثبوت نہیں ہوتا، ایسی صورت میں یزید پر شرعی فاسق ہونے کا حکم کیسے لگے گا، حضرت ابن حنفیہ کا ارشاد تو آپ پڑھ چکے ہیں اب امام غزالی کی تصریح سنئے فرماتے ہیں:

لا يجوز نسبة مسلم الى كبيرة من غير تحقيق. (شرح نقدا کبر)

کسی مسلمان کو کسی گناہ کبیرہ کی طرف بغیر تحقیق منسوب کرنا جائز نہیں۔

اس مسئلہ میں کوئی خاص دقت و پیچیدگی نہیں ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت ہو ہمارے مخاطبین بھی اس کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں مگر ان کو بعض محقق علماء کے رویہ سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے انہوں نے کتابوں میں یہ دیکھ لیا کہ فلاں فلاں عالموں نے یزید کو فاسق بدست اور متہور لکھا ہے بس ان کی تقلید میں خود بھی اس کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنے لگے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان علماء نے یا تو مورخین کے بیانات کی ترجمانی کی ہے یا شہرت عام کی بنیاد پر جو خیال دماغوں پر چھایا ہوا تھا اسی خیال کے ماتحت غور و فکر مثبت کے بغیر یہ الفاظ ان کے قلم سے نکل گئے ہیں اس لئے کہ انہیں علماء سے جب موجب فسق امور میں سے کسی ایک کو متعین کر کے پوچھا جاتا ہے (مثلاً یہ کہ کیا یزید نے قتل حسین کا حکم دیا تھا یا اس پر خوش ہوا تھا تو صاف لکھتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ جن علماء نے ہر ہر الزام کو تحقیقی معیار پر جانچ کر قلم اٹھایا، انہوں نے

یا تو صحرا کے زید کو غیر قاضی کہا ہے یا اس کے فسق و فساد کو دلیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام غزالی
 کے شاگرد اور مشائخ شریف کے مصنف قاضی ریاض کے استاذ حافظ حدیث و مفسر قرآن
 قاضی ابو بکر ابن العربی نے جن کی نسبت امام غزالی نے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ وہ اپنے علم
 و فضل کے لحاظ سے مرتباً جہاد کو پہنچے ہوئے تھے، انھوں نے من انھو ائیم من انھو ائیم میں لکھا ہے:
 فان قبل كان منها الدلالة والعلم ولم يكن يزيد عدلاً ولا عالماً،
 قلنا بای شیء نعلم علم علمه وعلم عدلته ولو كان مسلوباً
 لذكر ذلك النحلة الفضلاء الذين اشاروا عليه بان لا يفعل
 واتما رموا الى الامر بعيب التحكيم وارادوا ان تكون شوری

(انھو ائیم من انھو ائیم ص ۲۲)

یعنی اگر کہے کہ ثرود خلافت میں سے علم اور عدالت بھی ہے تو ہم کہیں گے ہم
 کس دلیل سے یہ سمجھیں کہ وہ عالم یا عادل نہیں، اگر ایسی بات ہوئی تو وہ تینوں
 حضرات فضلاء (عبد الرحمن بن ابی بکر ابن زبیر اور ابی عمر) جنہوں نے
 معاویہ کو یزید کی بیعت نہ لینے کا مشورہ دیا تھا، یزید کی جہالت و فسق کا ذکر ضرور
 کرتے ان لوگوں نے تو صرف یہ اعتراض کیا کہ یہ حکم خود رائی ہے خلیفہ کا
 انتخاب شوری سے ہونا چاہئے۔

اس کے بعد ص ۲۲ میں فرماتے ہیں:

”فان قبل كان يزيد خماراً، قلنا: لا بحل الا بشاهدين، فمن شهد
 بذلك عليه بل شهد العدل بعد الله، فروى يحيى بن بكير عن
 الليث بن سعد قال الليث توفي امير المؤمنين يزيد في تاريخ كذا
 فسماه الليث ”امير المؤمنين“ بعد ذهاب ملكهم وانقراض
 دولتهم ولولا كونه عدله كذلك ما قال الا ”توفي يزيد“۔

یعنی اگر کہا جائے کہ یزید شرابی تھا تو ہم کہیں گے دو معنی شہادوں کی شہادت

مکتبہ اسلامیہ کتب خانہ

کے بغیر ایسا کہنا جائز نہیں ہے جس سناؤ کے سامنے اس کے خلاف چشمہ دہی جی
دی ہے، اس کے یہ خلاف ایک عدل نے اس کی عدالت کی شہادت البتہ دی
ہے چنانچہ ابن کبر امام لیث سے نقل ہیں کہ انہوں نے کہا ہے امیر ابو نعین
یزید فلاں تاریخ میں انتقال کیا، امام ابو الیث بنو امیہ کی حکومت کے ختم
ہو جانے کے بعد یہ فرما رہے ہیں، پس اگر یہ بیان کے نزدیک ایسا ہی ہو تو
وہ اس سے زیادہ کہتے کہ یزید فلاں تاریخ میں مرا۔

اس کے بعد صفحہ ۲۳۳ میں امام احمد کی کتاب اثر بد کے حوالہ سے یہ دکھا کر کہ امام احمد
نے یزید (۱) کے خطبہ کا ایک جزو بھی اس کتاب میں نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ اب ایک
طرف امام احمد کا ہمتاؤ یزید کے ساتھ دیکھو کہ جس کتاب میں زیادہ صحابہ و تابعین کے
اقوال منعقد لکھتے ہیں اس میں یزید کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں۔

(تیسرے شہید کر با و ج یزید صفحہ ۵۳۵)

تاخرین کرام میں نے مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی کتاب سے اقتباس اور طویل
اقتباس نقل کر دیا کہ آپ بھی پڑھتے پڑھتے اکتائے ہوں گے، تب یہ ہے کہ اس جگہ مولانا
حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ یزید کو عادل اور غیر فاسق نہیں؛ بلکہ زاہد و نہایت عابد قاضی
ابوبکر کو دلیل بنا کر ثابت بھی کر رہے ہیں اور ساتھ دوسری سانس میں یہ بھی فرماتے ہیں:
”لیکن یہ بات بھی دھیان میں رکھنی چاہئے کہ یزید اس وقت تک جس طرح
کوئی فاسق مجاہد نہیں تھا، اسی طرح کوئی متقی، کوئی بڑا پاکباز شرع بھی نہیں تھا اور یہ بھی لکھ
چکے ہیں۔ (تیسرے صفحہ ۲)

”یہاں پہنچ کر ایک بار پھر ہم اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمارا مقصد
برگزیر یزید کو ولی یا خلیفہ راشد یا امام مقتدی ثابت کرنا نہیں ہے نہ ہم اس کو زمرہ ابرار و اتقیا

بخاری جلد ۱ ص ۱۵۷ الدعوات باب الموعظة ساعة بعد ساعة جس یزید بن معاویہ کا ذکر ہے یزید بن
معاویہ لکھی کوئی ہیں اور عثمان غنی کے زمانہ میں شہید ہوئے ہیں نعم اباری ج ۱ ص ۱۵۷ الدعوات ج ۱ ص ۱۵۷۔

(۱) یہ یزید بن معاویہ نخعی ہیں جن کا ذکر بخاری کتاب الدعوات کی روایت میں ہے جو گذر چکا۔

مسلمین میں شمار کرتے ہیں نہ شمار کرنے کو کہتے ہیں اور نہ ہم اس کے ساتھ ایسی حسن عقیدت رکھنے کی دعوت دیتے ہیں، جو عقیدت خلفاء راشدین ائمہ دین بزرگان اسلام صالحین و متقین پر متشرع و عادل بادشاہوں کے ساتھ رکھی جاتی ہے۔ (تجوید شہید کربلا و یزید ص ۴۹)

بتائیے اگر اس کو عادل بادشاہ بھی نہ مانا جائے اور فاسق بھی نہ تسلیم کیا جائے تو درمیان میں فاسق اور عادل کے بیچ وہ کونسا شرعی درجہ ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ وہی بتا دیجئے تاکہ یزید کے بارے میں نہ عادل نہ فاسق والا درجہ ہی تجویز کر دیا جائے، محدثین اور علماء اسلام کے نزدیک اس درجہ کا کیا نام ہے جو غیر عادل اور غیر فاسق کے لئے آپ جو بتانا چاہتے ہیں۔

باقی رہی بات قاضی ابوبکر ابن عربی کی ان کے سامنے تو دو عینی شاہد حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہما اور حضرت عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ پیش کر دیئے البتہ ان کو یہ ضرور یاد دہانی کرا دینے کی ضرورت ہے کہ وہ مالکی ہیں اور گزر چکا ہے کہ امام مالک اور ان کے اصحاب اور اہل مدینہ کا مسلک شراب کے معاملہ میں عینی شاہد کا تقاضا کرنا خود ان کے مسلک کے خلاف ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی خیال تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود اور بخاری کی ایک حدیث کے زیر بحث یہ ساری تفصیل گزر چکی ہے۔

اب یہ بھی سن لیجئے کہ ابن عربی اپنی اوقات سے زیادہ بڑھ کر لکھنے بولنے کے لئے جانے جاتے ہیں، دیکھئے حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۰۸-۱۱۱ لکھتے ہیں:

قد اصاب فی اشیاء واجاد وزیق فی مضائق کثیرة والانصاف یزید۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۱۰)

بہت چیزوں میں قاضی ابوبکر نے صواب کو پایا اور عمدہ بات کہی لیکن بہت مشکل مسئلوں میں داخل ہوئے تو لڑکھڑا بھی گئے اور انصاف سب سے قیمتی چیز ہے۔

یہ زیر بحث مسئلہ یزید کے فسق کا انہیں پیچیدہ مسائل میں سے ایک ہے جس میں قاضی ابوبکر ابن عربی بری طرح لڑکھڑا گئے ہیں، امیر المؤمنین کا لفظ خلیفہ یا بادشاہ پر بول دیا جائے تو اس کے ثقہ یا عادل ہونے کی دلیل نہیں بنتا ہے، ہاں کسی محدث پر بولا جائے تو وہ

دوسری بات ہے کسی بادشاہ یا حکمران کو صرف امیر المؤمنین کہنے سے اس کا عادل ہونا ثابت ہوگا، نہ ثقلہ ہونا، یہ اتنا واضح مسئلہ ہے کہ یزید کی حمایت کرنے والے بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا سید لعل شاہ بخاری اپنی کتاب استخلاف یزید ص ۵۰۲ اور ۵۰۵ پر تحریر فرماتے ہیں: کسی کے نظریات پر تو قدغن نہیں لگائی جاسکتی، مگر جو استدلال قاضی صاحب نے پیش کیا ہے وہ بہر حال غلط ہے، لفظ ”امیر المؤمنین“ کے اطلاق سے عدالت امیر پر استدلال صحیح نہیں؛ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن حزم اور بعض دیگر بزرگوار بھی یزید پر امیر المؤمنین کا اطلاق کر دیتے ہیں اور پھر صراحتاً یزید کی تفسیق بھی کرتے ہیں، عباسی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر حکمران فاسق بھی ہو تو اس پر امام اور امیر المؤمنین کا لفظ بولا جاسکتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ”امام وقت خواہ فاسق و فاجر ہو یا نیکو کار و پرہیزگار لوگ ان سے راضی ہوں یا وہ بزور شمشیر خلیفہ بن بیٹھا ہو اور لوگ اسے امیر المؤمنین کہنے لگ گئے ہوں الخ (تبرہ محمودی ج ۲ ص ۱۱۸)

جب فاسق حکمران پر امیر المؤمنین کا لفظ بولا جاسکتا ہے تو پھر امیر المؤمنین کے اطلاق سے عدالت کا اثبات کیسے درست ہے؟ علاوہ ازیں تعجب ہے کہ یہ لوگ لیث بن سعد کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور صحابہ و تابعین کی تصریحات کو نظر انداز کر جاتے ہیں (استخلاف یزید ص ۵۰۲ و ۵۰۵ مصنفہ سید لعل شاہ بخاری خطیب مدنی مسجد لائق علی چوک واہ کینٹ)

فاسق حکمران پر امیر المؤمنین کا اطلاق؟

جو کچھ سید لعل شاہ بخاری نے لکھا ہے اسی بات کو اپنے الفاظ میں تحقیقی انداز سے علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ بھی اپنی مایہ ناز کتاب ”منہاج السنۃ“ میں (ج ۲ ص ۲۳۹ تا ۲۴۰) خوب تفصیل سے لکھ چکے ہیں، اس کے بعد یہ بتانے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے کہ لفظ امیر المؤمنین سے کسی خلیفہ یا حکمران کی عدالت ہرگز ثابت نہیں ہوتی، البتہ یزید کے طرف

شہید کردہ اور کردہ یزید
 سے دیکھتے کرتے دائوں میں ہارے ایک بزرگ مولانا ابوالمصباح محمد سراج الحق
 صاحب صدیقی پچھلی شہری بھی، محقق بننے کے شوق میں، قاضی ابوبکر ابن عربی سے رہا
 ہو کر اس میدان کے شہسوار بن کر کود پڑے ہیں، ان کی بھی سنئے، وہ اپنی کتاب سیرت
 حضرت علی زین العابدین میں فرماتے ہیں:

”اہم، متباد: کتاب العوام من التوام مصنف ابوبکر ابن العربی (شاگرد امام غزالی)
 میں ۲۳۳ پر ہے کہ امام احمد ابن حنبل نے امیر یزید کا ذکر اپنی کتاب التزہد میں زیادہ
 کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں کیا ہے جہاں زہد و ورع کے بارے میں زیادہ
 امت کے اقوال نقل کئے ہیں، یہ روایت قاضی ابن العربی کے زمانہ تک کتاب ابن حنبل
 میں موجود تھی بعد میں غائب کر دی گئی، وہی روایت اب کتاب التزہد ابن مبارک میں موجود
 ہے، خدا نے اب تک اسے چوروں اور شیطانوں سے محفوظ رکھا ہے، ہر حال میں اللہ
 العربی نے یہی روایت لکھنے کے بعد لکھا ہے: هذا بدل علی عظیم منزلتہ، یہ بات
 اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام احمد کے نزدیک یزید کی منزلت کتنی عظیم اور اس کا درجہ کتنا
 تھا کہ ان کو زیادہ صحابہ اور تابعین میں داخل کر دیا ہے، مزید کہا: فاین هذا من ذکر
 المورخین لہ، کہاں یزید کا درجہ اور کہاں مورخین کے شراب نوشی اور طرح طرح کے
 فسق و فجور کے بیانات، تو یہ کیا ان مورخوں کو شرم نہیں آتی؟
 معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک (شاگرد امام ابوحنیفہ) اور امام احمد بن حنبل
 جیسے محدثین کے نزدیک یزید ایک عادل اور ثقہ شخص ہیں جن کی روایت حدیث بلا تامل
 مقبول ہے۔“

(سیرت علی زین العابدین، ص ۹۰ و ۹۱ مصنف مولانا سراج الحق پچھلی شہری)۔
 پہلے تو یہ غور سے پڑھیے کہ گفتگو کس یزید بن معاویہ کے بارے میں چل رہی ہے اور
 مورخین نے شرابی کس کو کہا ہے، اور قاضی ابوبکر ابن العربی اور مولانا سراج الحق پچھلی شہری
 نیز مولانا حبیب الرحمن اعظمی کس یزید بن معاویہ پر بات فٹ کر رہے ہیں۔

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

مفتی ابوبکر قاسمی اور مفتی احمد اللہ نثار قاسمی اپنی ترتیب کردہ کتاب "واقعہ شہادت مقام حضرت معاویہ و کردار یزید ص ۳۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب الزہد میں یزید کا ذکر زہاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں اس کا ذکر کر دیا ہے جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے، سو وہ امام احمد کی نظر میں اعلیٰ درجہ کے تابعین و نیک لوگوں میں سے ہیں؛ لیکن واضح رہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب الزہد میں جس یزید کا تذکرہ کیا ہے وہ یزید بن معاویہ نہیں جو زیر بحث ہے؛ بلکہ وہ یزید بن معاویہ نخعی کوئی ہیں جو مشہور زاهد و عابد گذرے ہیں، ان کا تذکرہ تہذیب التجذیب وغیرہ کتب رجال میں مذکور ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں حافظ جمال الدین مزی کی تہذیب الکمال۔

(واقعہ شہادت مقام حضرت معاویہ کردار یزید، ص ۳۱۹)

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی کتاب الزہد ہو یا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الزہد، اس میں یزید بن معاویہ اموی کا ذکر ہو، اور وہ بھی عابدوں و زاہدوں کی جماعت میں؟ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ حنبلی خود امام احمدؒ سے نقل کر چکے ہیں کہ وہ یزید بن معاویہ کو قابل روایت سمجھتے ہی نہیں تھے، اور ان کا فرمان هذا الذی فعل باہل المدینۃ ما فعل اور حافظ ذہبی بھی امام احمد سے نقل کرتے ہیں: "لا یبغی ان یروی عنہ" اور "مقدوح (۱) فی عدالتہ" کہ وہ روایت کرنے کے لائق نہیں اور اس کی عدالت مخدوش ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۷ ص ۲۶)

پس واضح ہو گیا کہ ابوبکر بن العربی کو غلط فہمی ہوئی، انہوں نے یزید بن معاویہ نخعی کوئی کو یزید بن معاویہ اموی سمجھ لیا ہے۔

بقیہ مولانا سراج الحق پچھلی شہری نے جو فرمایا ہے کہ ابوبکر بن العربی کے زمانہ تک

روایت امام احمد کی کتاب الزہد میں موجود تھی، کتاب الزہد عبد اللہ ابن مبارک میں اسے مکمل
اچکے چوروں اور شیطان سے محفوظ رکھا ہے تو ظاہر ہے، یہ چور کوئی کافر تو ہو گا نہیں، یہ کام
جب بھی کیا ہو گا تو کسی مسلمان ہی نے کتاب الزہد میں خرد برد کر کے چوری کی ہو گی، اور
امام غزالی نے شرعی حکم بتا دیا ہے کہ کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا بلا تحقیق جائز
نہیں، اس لئے آپ تحقیق کے بغیر چوری جیسے کبیرہ گناہ کی نسبت کر کے شرعی قانون کا مذاق
کیوں اڑا رہے ہیں؟ اگر تحقیق کر چکے ہیں تو اس کا نام بتائیے ورنہ یاد رکھیں کہ کیا یہ قاعدہ
صرف یزید کو فائدہ پہنچانے کے وقت یاد رہتا ہے؟ اس لئے کیوں بھول گئے اور تحقیق بھی
جسم دید گواہ کے ذریعہ ہو گی ورنہ ”دیگر اس رائیحت و خود رائیحت“ والی بات ہو گی۔

امام غزالی علیہ الرحمہ کے متعلق علامہ صالح بن مہدی مقبلی کو کبانی جو مکہ میں
مہمان تھے اور علامہ شوکانی جیسے عالم نے البدر (۲) الطالع میں جن کو مجتہد کا درجہ دیا ہے وہ اپنی
کتاب المعلم الشارح فی ایثار الحق علی الآباء والشارح ص ۳۶۸ طبع مصر پر لکھتے ہیں: (۳)
واعجب من ذلك من يحسن لبزید المرید الذی فعل بخیار الأمة
ما فعل وھتک بمدينة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و قتل
الحسین السبط و اھل بیتہ وھتکھم و فعل ما لو استمكن من مثل
فعل علوھم من النصاری ربما كان ارفق منه، ومن جملة
المحسنین له حجة الاسلام الغزالی ولكنه تصرفاته کلھا كحاطب
لیل یجمع فی خطبه الحیة والعقرب ولا یلری. (حوالہ بالا)

اور اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے کہ جو یزید پلید کونیک بنا کر پیش کرتا ہے، یزید
وہی تو ہے جس نے بزرگان امت کے ساتھ ناگفتہ بہ معاملہ کیا، مدینہ الرسول
کی حرمت کو خاک میں ملا دیا، نواسہ پیغمبر حضرت حسینؑ اور ان کے اہل بیت کو
شہید کیا اور ان کی بے عزتی کی اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ اگر دشمنان
اسلام جیسے نصاریٰ وغیرہ کا بھی ان پر قابو چلتا تو شاید ان کا برتاؤ بھی ان

حضرات کے ساتھ ان سے نرم ہی ہوتا اور یزید کو اچھا بنا کر پیش کرنے والوں میں امام غزالی بھی ہیں لیکن وہ اپنے تمام کارگزاریوں میں عاظم اللہ (رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والا) کی طرح ہیں جو اپنی لکڑیوں میں سانپ بچھو بھی جمع کر لیتا ہے اور اسے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ پھر مزید وضاحت سے یزید کے مسئلہ پر صاف صاف لکھتے ہیں:

وَمَا يُهَوِّنُ صَنِيعَ يَزِيدٍ إِلَّا مَخْذُولٌ أَدْرَكَهُ الشَّقَاوَةُ فِي مَشَارِكَةِ عِظْوَامِهِ الْمَرْوِيَّاتِ فَيَاكُ وَالْتَفْرِيطُ وَالْإِفْرَاطُ وَلَكِنَّ الصَّبْرَ عَنْهَا كَالْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ سَيَمَاحُ ثَرَاكُمُ الْجَهْلُ كَزَمْنَا هَذَا أَسْأَلَ الْعَافِيَةَ وَالسَّلَامَةَ، آمِينَ. (حوالہ بالا)

اور یزید کی حرکت کو وہی معمولی سمجھے گا جو توفیق الہی سے محروم ہو اور جس کو شقاوت نے گھیر لیا ہو، اس طرح وہ بھی اس کے ٹہلک کر تو توں میں اس کا شریک بن گیا، لہذا تمہیں تفریط و افراط سے بچنا چاہئے لیکن اس مسئلے میں صبر سے کام لینا ایسا ہی جیسے انکارے کو مٹھی میں پکڑ لینا خصوصاً جبکہ جہالت دوڑی چلی آئی ہو جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی کے خواہاں ہیں۔ آمین

ہم تو اگرچہ یزید پر لعنت کے عدم جواز کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِاللَّعَانِ" حدیث میں آیا ہے نیز یہ ایک بے کار عمل ہے جو مؤمن کی شان کے خلاف ہے لیکن علامہ مقبلی امام غزالی کے بتائے ہوئے قاعدہ کے بارے میں بہت سخت تنقید کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

(۲) البدر الطالع الجزء الاول ص ۲۰۰ علامہ مقبلی المتوفى ۱۱۰۸ھ حرف الصاد، فهو المجبد الذي اذا اصاب كان له اجران وان اخطا كان له اجر۔ (۳) کردار یزید ص ۲۹۳ سے نقل کیا ہے۔

”اور فقہ کا نرالا مسئلہ جس کو ابن جریر شمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الصواعق المحرقة میں بیان کیا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں، اگرچہ بالاجماع ایسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے، جو مئے خور ہو اور جو قطع رحم کا مرتکب ہو اور جو مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پامال کرے اور جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل ہو یا ان کے قتل کا حکم دے یا ان کے قتل سے راضی ہو، فرماتے ہیں: خود یزید پر لعنت نہیں کر سکتے، اگر اس نے ان تمام امور کا ارتکاب کیا تھا اور وہ قطعاً فاسق تھا جیسا کہ ان کا بیان ہے اور ایسا ہی ہم ان کی کتابوں میں پاتے ہیں کہ کسی متعین شخص پر لعنت کرنا روا نہیں یہ ان کا کلیہ ہے تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ تمہاری اس فقہ میں قیاس الدلالة کی بنا پر یوں ہونا چاہئے تھا کہ نہ کسی معین شراب خور پر حد لگائی جاتی اور نہ کسی معین زانی پر اور اسی طرح وہ سارے احکامات شرعیہ میں بھی یہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ طریقہ تو ایک ہی ہے اور اس صورت میں تمہاری منطق بھی ہوا میں اڑ گئی کیونکہ تم تو منطق کی شکل اول کی بھی جو بدیہی الانتاج ہے مخالفت کر رہے ہو، لہذا اب اس کے بعد اب کوئی دلیل تمہارے سامنے ٹھہر سکتی ہے کیونکہ قیاس کی شکل اول کی صورت یہ ہے کہ یہ یزید جس نے شراب پی ہے (صغریٰ) اور شراب کا پینے والا ملعون ہے۔ (کبریٰ) لہذا یہ مزید ملعون ہے (نتیجہ)

ولو قالوا ینبغی تحامی ذلک من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
لیس المؤمن باللعان لکان فیہ مندوحة للمتقین واللہ اعلم۔
ہاں اگر یہ حضرات یوں کہتے کہ لعنت کرنے سے اس لئے بچنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، مؤمن لعنت کا ڈھیر نہیں لگاتا تو بے شک اس صورت میں اہل اتقوی کے لئے اس سے بچنے کی گنجائش ہوتی۔ واللہ اعلم
یعنی شریعت کے جملہ احکام کسی معین شخص پر نہیں وارد ہوئے اور متعین کر کے شخص پر ہی نافذ ہوتے ہیں اور تمہارے قاعدہ سے جائز ہے ہی نہیں تو اس طرح تو جملہ احکام شرعیہ بے کار ہو کر رہ جائیں گے۔ یہ ہے امام غزالی پر علامہ مقبلی کا اعتراض۔

مولانا اعظمی کی ناشائستہ تحریر:

اس بحث کو یہیں ختم کرنے کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یزید کو غیر فاسق ثابت کر کے انہوں نے صحابہ کرام کو غلط بیان اور جھوٹا بتایا ہے نیز انہوں نے صحیح روایت کو من گھڑت اور جعلی بتایا ہے اور کس بے دردی سے اس کا ردوائی کے لئے اپنی ذہانت دیکھائی ہے غور فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی پر کس طرح اپنی عالمانہ شان کے ساتھ حماقت اور غیر ذمہ دارانہ روش اور شرعی احکام میں غفلت برتنے کا الزام لگایا ہے وہ بیان سے پڑھے۔

”بہر حال محرم الاحیہ تک یزید کے فسق و فجور کی کوئی شکایت تاریخوں میں نہیں ملتی ہاں حادثہ کربلا کے بعد جب اس جگر پاش واقعہ کے طبعی اثر سے ابن زیاد وغیرہ عمال یزید کے خلاف دلوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور ہر چند کے یزید نے اس واقعہ میں کوئی پارٹ ادا نہیں کیا تھا؛ مگر ہوا تھا سب کچھ اس کی حکومت میں، اس لئے وہ بھی لپیٹ میں آ گیا، اسی کے ساتھ یمامہ میں نجدہ بن عامر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں درپردہ حکومت کے خلاف لوگوں کو ابھارنا شروع کیا، اس وقت پہلی دفعہ تاریخوں میں یزید کے فسق و فجور کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ اس کے بعد ابن الزبیر کا ایک خطبہ تاریخوں میں منقول ہے اس میں یزید کے نام کی تصریح تو نہیں لیکن راوی کا بیان ہیکہ یزید پر تعریفیں تھیں۔

لیکن راوی کے اس بیان کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے انکار ممکن نہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے جو تعریفیں کی ہیں، ذاتی واقفیت کی بنا پر نہیں کی ہے؛ بلکہ کسی کے بیان پر جو بالکل مجہول ہے یا افواہ پر اعتماد کر کے یہ تعریفیں کی ہیں، اب میں مہتمم صاحب سے شرعی مسئلہ پوچھتا ہوں کہ کیا ایسی بنیاد پر کسی مسلم پر فاسق کا حکم لگانا جائز ہے۔

باقی رہا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا عذر تو وہ بالکل واضح ہے کہ اولاً تو انہوں نے کوئی تصریح نہیں کی ہے دوسرے حالات و واقعات سے وہ اتنے مغلوب و متاثر تھے کہ اس

شہید کر بلا اور کر بلا یزید

(شہید کر بلا و یزید ص ۳۷ و ۳۸)

تاثر نے ان کو غور کرنے کی مہلت نہیں دی۔ (شہید کر بلا و یزید ص ۳۷ و ۳۸)۔ ان چند سطروں میں مولانا حبیب الرحمن علیہ الرحمہ نے کتنی حقیقتوں کو مسخ کر کے رکھ ڈالا ہے اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے ساتھ کیسی چابکدستی دکھائی ہے، اگر تفصیل سے بتاؤں، تو بہت وقت ضائع ہوگا، ان سب باتوں کو نظر انداز کرنا ہوں؛ لیکن جو بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی وہ حضرت عبداللہ بن الزبیر پر تہمت اور الزام غنفلت اور لاپرواہی اور شرعی احکام میں مجرمانہ روش اختیار کرنے کی بات ہے۔

اس لئے اس کو واضح کرنا اور کھول کر بیان کرنا نہایت ضروری ہے، گزشتہ اوراق میں مستند حوالوں کے ساتھ روایتیں گزر چکی ہیں کہ یزید شراب پیتا تھا اور یہ بیان صرف تاریخی بیان نہیں ہے اور اس کے ثبوت کے لئے عین گواہوں اور چشم دید شہادتوں کو لکھ چکا ہوں، ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر الزام دینا کہ وہ کسی مسلمان پر تہمت لگانے میں شرعی احکام کی رعایت نہ کر سکے یا انہوں نے صرف جذبات و خیالات سے متاثر ہو کر اپنی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے، یہ الزام، معمولی الزام نہیں ہے اور کسی بھی صحابی کی شان کے صرف خلاف نہیں؛ بلکہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ایک قسم کی کھلی بغاوت ہے۔

تاریخیں اگر سچائی کو سپورٹ کرتی ہیں تو کیا اس کی وجہ سے تاریخی بیانات کو جھٹلا دینا عقلمندی ہے یا سچائی ہی کا انکار کر دینا صحیح طریقہ ہے؟ میرے خیال میں ایسی حرکت کرنا نہ صرف بیجا یزید کی حمایت کرنا ہے؛ بلکہ عقل کے خلاف بھی بغاوت و سرکشی کرنا ہے۔ بڑے افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے اس موقع پر یہی کارروائی کر ڈالی ہے، حالانکہ ان کے معروف محقق علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ ابن الزبیر کے تعلق سے صرف تاریخوں کے حوالے نہیں دیئے تھے؛ بلکہ یہ بھی لکھ دیا تھا کہ محدث و مورخ زبیر بن بکار نے لکھا ہے۔

کُنْ خَالِكًا لِّعَيْنَيْكَ وَذِي سُنْدٍ

حضرت عبداللہ بن الزبیر کی باندی کسی دن یزید کے متعلق یہ شعر پڑھ رہی تھی:
لست منا وليس خالك منا - يا مضيع الصلوات للشهوات
ترجمہ: نہ تو ہم میں سے ہے نہ تیری تانیہاں - اے خواہشات النفس کے پیچھے
نمازوں کو ضائع کرنے والے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر نے اس باندی سے یہ شعر سنا تو کہا کہ اس طرح پڑھو۔
انت منا وليس خالك منا - يا مضيع الصلوات للشهوات
ترجمہ: تو میرے قبیلہ اور خاندان سے تو ضرور ہے مگر تیری تانیہاں میرے
خاندان میں نہیں ہے۔ اے خواہشات کے پیچھے نمازوں کو برباد کرنے
والے۔ (یزید)

محقق ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پڑھے اور فیصلہ کیجئے کہ کسی مجہول راوی کی بات
ہے یا صرف افواہ یا تاریخی بیان ہے، یاد رکھئے اس کا راوی حضرت عبدالرحمن بن سعید ہے،
جو عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سعید بن زید کے صاحبزادے ہیں۔

قال زبير ابن بكار عن عبد الرحمن بن سعيد بن زيد بن عمرو
بن نفيل انه قال في يزيد بن معاوية

لست منا وليس خالك منا - يا مضيع الصلوات للشهوات
قال: وزعم بعض الناس ان هذا الشعر لموسی بن يسار،
ويعرف بموسى الشهوات وروى عن عبد الله بن الزبير انه
سمع جارية له تغنى بهذا البيت ف ضربها، وقال: قولى: انت منا
وليس خالك منا - يا مضيع الصلوات للشهوات (البدایہ والنہایہ)

ج ۸ ص ۳۲۶ مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت اور جمرہ و نسب قریش و اخبار ہاج ۲ ص ۲۶۰

ایک محقق بے نظیر مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ عبداللہ بن الزبیر محض افواہ پر اعتماد کر کے کسی مسلمان کو شرابی ٹھہرانے والے بے احتیاط شخص تھے

اب دوسری طرف یہ بھی پڑھئے کہ وہ نہایت غلط باخبر تحقیقی مزاج رکھنے والے صحابی تھے، یہ بات یزیدی حمایت کے علم بردار محقق مولانا سراج الحق پچھلی شہری فرما رہے ہیں:

”ابن زبیر وغیرہم ہم عصر تھے، ان کو حالات براہ راست معلوم ہوتے تھے، اکابر تو مدتوں بعد آئے اور ان کو طبری وغیرہ کذاب مورخوں ہی کے لکھے واقعات معلوم ہوئے تھے، جن کی بنیاد پر ان کی رائے وہ بنی جو پھیلائی جا رہی ہے۔“

(سیرت حضرت علی زین العابدین ص ۱۵۸ و ۱۵۹)۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ اپنی تحقیق کے مطابق یہ بتاتے ہیں کہ یزید بن معاویہ میں کچھ باتیں اچھی بھی تھیں، شروع سے بالکل غلط اور بے دین نہ تھا، غزوہ قسطنطنیہ تک بے دینی میں مبتلا نہ تھا؛ لیکن حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات جس وقت غزوہ قسطنطنیہ میں ہوئی یہ ان کے پاس تھا ان سے دو حدیثیں اس نے سنی تھیں، پس انہیں دو حدیثوں سے غلط فہمی اس کو پیدا ہوئی اللہ کی رحمت سے گناہوں کی معافی کا تصور کر کے یہ شخص جری ہو گیا، یہی غلط فہمی اس کی گمراہی اور بے دینی کا سبب بن گئی، ابن کثیر علیہ الرحمہ کے الفاظ پڑھئے۔

وعنبدی أن هذا الحديث والذي قبله هو الذي حمل يزيد بن معاوية على طرف من الإرجاء، وركب بسببه أفعالا كثيرة أنكرت عليه، كما سذكره في ترجمته والله اعلم.

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۰)

میرا خیال ہے کہ یہ حدیث اور اس سے پہلے جو گزری، انہیں دو حدیثوں نے یزید بن معاویہ کو ”ارجاء“ اور جو وہ بد اعمالیاں کرتا تھا ان پر ابھارا، اس وجہ کروہ بہت سارے غلط کام کرنے لگا جو اس پر نکیر کا سبب بنے جیسا کہ اس کے تذکرہ میں عنقریب آجائے گا۔

فسق یزید پر وفد مدینہ منورہ کی شہادت:

آپ اس جگہ رک کر تھوڑا غور فرمائیے، یزید کے پاس جو وفد گیا تھا، اس وفد میں دو

تین ہی آدمی نہ تھے؛ بلکہ اس وفد کو تمام مورخین ”رجال کثیر“ کہتے ہیں؛ حتیٰ کہ خود مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمۃ بھی اس وفد کی نہ کوئی تعداد متعین کر پاتے ہیں نہ افراد، ہر کوئی ایک جم غفیر ہی کہتا ہے، علامہ ابن کثیر اور علامہ ابن اثیر علیہما الرحمۃ لکھتے ہیں:

ورجال کثیر من اشراف اهل المدينة۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۰۲ مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت)

اس وفد میں اشراف اہل مدینہ کے بہت افراد تھے۔

اور علامہ ابن اثیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ورجال کثیر من اشراف المدينة۔ (جلداول ص ۶۲۳)

جو وفد مدینہ سے بھیجا گیا اس میں اہل مدینہ کے اشراف کے بہت افراد تھے۔

اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

”تاریخوں میں دوسری مرتبہ یزید کے فسق و فجور کا ذکر اس وقت ملتا ہے، جب مدینہ

سے شام جانے والا وفد (جس میں عبداللہ بن مطیع وغیرہ شامل تھے) واپس آیا اور واپس آ کر

اس نے بھی یہی کہہ کر کہ یزید شرابی ہے بدست رہتا ہے اور بدستی میں نماز بھی ترک کر دیتا

ہے اس کی بیعت توڑ دی اور لوگوں کو خلع بیعت پر آمادہ کیا، اس موقع پر بھی ابن اثیر کے

الفاظ ہیں:

فلما قدم اولئك النفر الوفد المدينة قاموا فيهم واظهروا شتم

یزید و عيبه (۳/۲۰۷)“ (تجرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۴۸)

اب آپ ہی بتائیے اس وفد میں عبداللہ بن مطیع اور بقول ابن کثیر عبداللہ بن حنظلہ

الفسیل صحابی اور بقول امام محدث بیہقی علیہ الرحمۃ ابو عمرو بن حفص صحابی وغیرہ کا ایک جم غفیر

موجود ہے اور لوٹنے کے بعد بلا اختلاف سب یزید کے شراب پینے کو بتا رہے ہیں اور اس

کے نمازوں کے ترک کی بھی گواہی دے رہے ہیں اور اس بنیاد پر اس کی بیعت توڑ رہے

ہیں اور سب کی سب باتیں متواتر ہیں تو صرف شراب پینا ہی غیر متواتر کیسے ہوگا کہ آج یزید

کی ضمانت کرنے والے اس کے تواتر کا انکار کر رہے ہیں اور ہم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ دلیل سے شراب نوشی ثابت کیجئے۔

تو ایسے تواتر کے بعد اب کون سی دلیل چاہئے؟ اگر کوئی صاحب اس وفد میں سے ایک شخص کا بیان دیکھا دیں کہ شراب نوشی سے انہوں نے انکار کیا ہے اور آپس میں ہی اس وفد کے بیان میں کوئی اختلاف تھا؛ لیکن اختلاف محمد بن حنفیہ یا عبداللہ بن عمر کا نہ دیکھا ہے، یہ لوگ تو اس وفد میں گئے ہی نہ تھے اور انہوں نے جو کچھ اختلاف کیا ہے وہ بیعت توڑنے سے اختلاف کیا ہے، جس کی وجہ دوسری ہے، شراب نوشی نہیں ہے۔

فقہائے امت نے انہیں صحابہ کرام کے فعل سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ امام وقت درمیان ایام خلافت فاسق ہو جائے تو بیعت خود بخود ٹوٹ جائے گی یا اس کا محض قول کرنا اور بیعت توڑنا جائز ہوگا یا جائز نہ ہوگا؟ حضرت عبداللہ بن عمر عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی صحیح ہے، بیعت توڑنے والے صحابہ جواز کے قائل ہیں یہ ایک دوسری بحث ہے، علماء متقدمین نے عقائد کی کتابوں میں تفصیلاً اس پر بحث کی ہے، اور مختصر ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس اختلاف کا ذکر کیا ہے، جس کا جی چاہے دیکھ لے، اس جگہ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔

مولانا اعظمی کا علمی مخالطہ: یہ جگہ جہاں مولانا اعظمی کا علمی مخالطہ ہے:

اس جگہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کا ایک عالمانہ مخالطہ بھی سمجھ لیجئے۔ مولانا فرماتے ہیں:

”اسی طرح ہماری عقیدت اس بات کو ہرگز قبول نہیں کر سکتی کہ ایک شرابی بے نمازی وزانی کی بیعت توڑنے والوں کو حضرت ابن عمرؓ جیسے فقیہ مجتہد عالم باعمل اور متقی پاک باز صحابی یہ حدیث سناتے جائیں گے کہ جو امام کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے گا وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔ اور جو اس حال میں مرے گا کہ اس کی گردن میں امام کی بیعت کا قلاوڑ نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (دیکھو مسلم ۱۲۸/۲) اس موقع پر ابن عمرؓ کا اس حدیث کو سننا صریح دلیل اس بات کی ہے کہ وہ یزید کو

کتاب النبی کا بیان

فاق وفاق نہیں سمجھتے تھے، اگر فاقی وفاق ہوتے تو یہ حدیث نہ سناتے، اگر یہ سناتے تو ایسے فاق کی بیعت تو نہ دینا چاہتے تو ضرور یہ مکر یہ لڑائی اور بیعت کا بیان کیا ہوتا۔ مناسب نہیں۔ (تیسرے شہید کربلا کی تاریخ ص ۵۷)

مولانا عظمیٰ علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ حدیث سناتا ہی حضرت امینؑ اس بات کی دلیل ہے کہ مسئلہ فسق اور شراب نوشی کا نہیں تھا بلکہ بیعت توڑنے کا تھا اور فسق یا شراب نوشی کا مسئلہ دہاتا تو اس حدیث کو سناتے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ حدیث سناتا ہی جگہ توڑا کہنا چاہئے تھا کہ تم لوگ جھوٹ کہتے ہو کہ یزید شرابی اور فاقی، حدیث کا سناتا ہی جگہ توڑا بالکل بے محل ہے کیونکہ بحث تو یزید کے فاق اور شرابی ہونے کی ہے، اس لئے مذکور حدیث کا فسق کے مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اس لئے مذکور حدیث کا سناتا بے موقع ہوتا۔ بالکل بے محل ہوگا، ہاں اگر حدیث کا تعلق بیعت توڑنے سے جوڑا جائے تو حدیث کا سناتا بے محل ہوگا اور بے جوڑ نہ ہوگا، مولانا نے اس جگہ "عالمانہ زیر کی" دکھا کر بات کو بے محل حدیث مذکور سے جوڑ دیا، یہ ان کا ایک مغالطہ ہے اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف بات کو سمجھانے کے لئے اس جگہ میں بھی ایک حدیث سناتا ہوں، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت یزید کے لئے ولی عہدی کی بیعت لے رہے تھے، حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث سنائی تھی:

عن سعید بن حمیران عبد اللہ بن الزبیر قال لمعاویہ فی الکلام الذی جرى بينهما فی بیعة یزید، وانت یا معاویہ اخبرت بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان فی الارض خلیفستان فاقتلوا احدهما، رواہ الطبرانی فی الکبیر والارسط و رجالہ ثقات. (مجمع الرواکنج ۵ ص ۱۹۵)

حضرت سعید بن حمیر سے روایت ہے کہ عبداللہ بن الزبیر نے اس لشکر کے دوران جوان کے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی فرمایا جبکہ حضرت

معاویہ یزید کے لئے ولی عہدی کی بیعت کر رہے تھے: اے معاویہ! آپ نے ہی سنایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب زمین میں دو خلیفہ ہوں تو آخری والے کو قتل کر دو۔

اگر یزید حضرت معاویہ کی زندگی میں واجب القتل نہ ہوتا تو اس کا مطلب ہے کہ حضرت ابن الزبیر نے بے محل حدیث سنا دی تھی، مولانا عظمیٰؒ سے عرض کروں گا جس طرح اس حدیث کو یزید کے واجب القتل ہونے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے، اسی طرح ابن عمرؓ کی سنائی ہوئی حدیث کو یزید کے غیر فاسق ہونے پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے، اس طرح کا عالمانہ مغالطہ مولانا عظمیٰؒ کو زیب نہیں دیتا ہے، موقع محل کو بھی سمجھنا چاہئے، صرف ذہانت اور علم کا زور دکھانا علماء ربانین کی شان نہیں ہے۔

اگر ابن عمرؓ کے حدیث سنانے سے یزید کی عدالت ثابت ہو سکتی ہے، تو ابن الزبیرؓ کے حدیث سنانے اور وہ بھی حضرت معاویہؓ کے سامنے انہیں سے سنی ہوئی حدیث اور حضرت معاویہؓ کا کوئی جواب نہ دینا اور بالکل خاموش ہو جانے سے یزید کی نااہلی اور صحابہ سے اس کی ولی عہدی کا ناجائز و ناپسند ہونا کیوں نہیں ثابت ہو سکتا ہے؟ اس طرح کی منطق سے کسی حقیقت کو بدلا نہیں جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کے اجتہاد میں یزید کی بیعت کا نہ توڑنا اس فتنہ بلکہ اس سے بدرجہا خطرناک فتنہ کی وجہ سے تھا جس کے اندیشہ کا اظہار حضرت معاویہؓ کے انتقال کی خبر ملنے اور یزید کی بیعت کا حکم آنے کے وقت انہوں نے پہلے ہی کر دیا تھا، اب خود ان کے اپنے بتائے ہوئے سبب کے بجائے ایک نیا نکتہ پیدا کر کے اپنے اجتہاد سے یزید کی عدالت کو سبب بنانا، بزعیم خود مجتہد بننے کی کوشش کرنا ہے، جبکہ یزید کے خلاف خروج و بغاوت کرنے والے بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی جنہوں نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا تھا، تو پھر یہ سوال تو انہیں صحابہ کرام سے کرنا چاہئے تھا کہ آپ نے ابن عمرؓ کے خلاف کیوں کیا اور آپ نے ابن عمرؓ کے اجتہاد کو باطل کیوں قرار دیا، یہ بات مولانا حبیب الرحمن عظمیٰؒ

کے خاندان کے بانی ہیں

علیہ الرحمہ نے حضرت مہتمم قاری محمد طیب سے کیوں دریافت کی؟ کیا ان کا نام بھی معلوم نہیں ہے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کا پابند نہیں ہوتا، وہ خود اپنے اجتہاد پر عمل کرتا ہے، اس لئے مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے ابن عمر کی سنائی حدیث سے بالکل بے موقع اور غلط استدلال فرمایا ہے۔

اس لیے ان کی درج ذیل طور بھی بے معنی اور بے سرو پا ہو گئی۔

”مہتمم صاحب فرمائیں کہ کیا حضرت ابن عمر کا یہ ارشاد صراحتاً اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کے نزدیک یزید سے کوئی حرکت ایسی سرزد نہیں ہوئی جو بیعت توڑنے کا یہاں تک اور اس کی وجہ جواز پیدا کر سکے، اس لئے اس کی بیعت توڑنے کو سب سے بڑی غداری قرار دیتے ہیں۔

اب مہتمم صاحب بتائیں کہ اگر یزید اعلاناً اجتماعی فسق کا مرکب تھا اور سب صحابہ کے نزدیک جن میں ابن عمر بھی شامل ہیں، وہ متفق علیہ فاسق تھا اور اس کی بیعت توڑنے کو بھی ابن عمر سب سے بڑی غداری کہتے ہیں تو وہ فاسق کون ہے جس کے خلاف خروج کو آپ نے جائز بتایا ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ آپ کے نزدیک بیعت توڑنے یا اس کے خلاف خروج کا جو فتویٰ دیا ہے وہ ابن عمر کی مخالفت اور ان کے قول کا رد و بدل ہے یا نہیں۔

پھر مہتمم صاحب ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ابن عمر یہ نہیں کہتے کہ بیعت توڑنا موجب فتنہ ہے بلکہ اس کو سب سے بڑی غداری قرار دیتے ہیں جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ یزید کی بیعت توڑنا فی نفسہ ناجائز ہے اور اس کی کوئی وجہ جواز موجود نہیں ہے، یہ بات نہیں کہ فی نفسہ ناجائز ہے مگر سخت فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے ناجائز یا نامناسب ہے۔“

(تجرۃ شہید کربلا و یزید ص ۶۷)

میں عرض کر چکا ہوں کہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب کی منطق سے لازم آتا ہے کہ عبد اللہ بن مطیع، ابو عمرو بن حفص، معقل بن یمان، محمد بن ابی الجہم رضی اللہ عنہم اور پورا وفد جو مدینہ سے یزید کے پاس گیا تھا اور انہوں نے یزید کے شراب نوشی کی

خبر دی (۱) تھی، وہ سب کے سب جھوٹے تھے اور صحابہ دیدہ دانستہ کذب بیانی بھی کر رہے تھے اور کسی بھی عادل بادشاہ کے خلاف خروج و بغاوت بھی کیا کرتے تھے۔
 مولانا حبیب الرحمن صاحب یا تو ان تمام کو غلط کار اور کاذب مانتے ہیں یا سب کی صحابیت سے انکار کرتے ہیں، اس کے علاوہ ان کے لئے کوئی تیسرا راستہ نہیں، اس کے بعد جو انہوں نے صحابہ کرام کی فہرست میں کچھ نام دے کر جو سوال اٹھائے ہیں، اس تعلق سے عرض ہے کہ:

اولاً: مسئلہ پر غور کریں، اس کا جواب بھی وہی نکلے گا جو حضرت عبداللہ ابن عمر کا جواب ہوگا۔
 ثانیاً: اس فہرست میں ایسے صحابہ کرام کا نام بھی انہوں نے شامل کر لیا ہے، جنہوں نے یزید کی بیعت ہی نہیں کی تھی، جیسے عمرو بن حزم، ابوسعید خدری وغیرہ یہ چند نام ہم نے درج کر دیئے ہیں، ان کے علاوہ بھی کچھ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے صرف یزید کی بیعت نہیں کی تھی؛ بلکہ اس کے خلاف خروج بھی کیا تھا، جیسے حضرت مسور بن مخرمہ وغیرہ، علامہ ابن اثیر علیہما الرحمہ اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۵ پر حضرت مسور بن مخرمہ کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وکرہ بعة یزید: حضرت مسور بن مخرمہ نے یزید کی بیعت کو مکروہ سمجھا تھا۔ (۱)
 اس جگہ یہ سوچ کر ایک بار پھر آپ کو یاد دلا دوں کہ یزید کا شراب پینا مضبوط سندوں اور قابل استدلال روایتوں سے ثابت کر چکا ہوں، اب اگر تاریخی روایت اور بقول مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ سہائی روایتیں بھی اس کی تائید کرتی ہوں تو وہ بھی تائیدی ہوگی، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہی بنیادی روایتیں ہیں اور مسئلہ کا اثبات انہیں پر موقوف ہے، لیکن مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے سامنے اپنی کم علمی کا

(۱) علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۵۹ میں لکھتے ہیں: وقال الداودی: الذی علیہ العلماء فی امراء الجور انه ان قدر علی خلعه بغیر فتنہ ولا ظلم وجب والا فالواجب الصبر، اختلفوا فی جواز الخروج علیہ، والصحيح المنع الا ان یکنر فیجب الخروج علیہ (عمدۃ القاری جلد ۲۳ ص ۲۵۹)

اعتراف کرنے کے بجائے، ان ہی پر الزام کر دیتے ہیں اور درج ذیل سطور میں مولانا عظمیٰ کی ڈھٹائی دیکھتے اور کہاوت یاد کیجئے: ”الٹا چور کو تو ال کو ڈانٹے“ مولانا فرماتے ہیں: ”مولانا طیب صاحب کی ایک بڑی واضح غلطی سبائی روایتوں کی توثیق کرنا ہے جو عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے“ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۱۰۳) نیز مولانا عظمیٰ مکرر فرماتے ہیں:

”اس سلسلہ میں یہ بھی مولانا طیب صاحب کی سراسر غلط فہمی ہی ہے کہ وہ تفسیق یزیدی سبائی روایتوں کو تائیدی روایتیں سمجھ رہے ہیں، یہ سمجھنا تو اس وقت صحیح ہوتا جب ان روایتوں سے مدد لئے بغیر احادیث سے یزید کافس ثابت ہوتا مگر واقعہ یہ نہیں ہے۔“

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۱۰۶)

گزار چکا ہے کہ صحیح روایتوں سے یزید کافس ثابت ہے اور تاریخی روایتیں صرف اور صرف تائیدی ہیں، ان پر سب کا دارومدار نہیں ہے۔ مجھے مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ علیہ الرحمہ پر حیرت اور تعجب ہے کہ انہوں نے صرف قاری محمد طیب صاحب پر تنقید نہیں کی؛ بلکہ اس ذیل میں بہت سے اکابر اہل علم اور مسلم و محقق علماء و محدثین پر بھی ہاتھ صاف کر کے ان کو بھی بے وجہ اپنے علمی غرور کی زد میں لا کر بڑی طرح مجروح کر ڈالا ہے، جیسے محدث بیہمتی، ابن حجر عسقلانی، علامہ بدر الدین عینی وغیرہم۔

بارہ خلفاء کی بات:

بخاری اور دیگر کتب احادیث میں بارہ خلفاء کے دور میں اسلام کے غلبہ اور عزت کی

(۱) احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ اپنی کتاب ”جمل من انساب الاشراف“ کے صفحہ ۳۳۸ پر لکھتے ہیں: وقال عوانة: كان مسور ابن مخزومة وفد الى يزيد قبل ولاية عثمان ابن محمد فلما قدم شهد عليه بالفسق وشرب الخمر فكتب الى يزيد بذلك فكتب الى عامله يأمروه ان يضرب مسورا الحدة فقال ابو حنزة: ابشر بها صبياء كالمسك ربحها: ابو خالد ويضرب الحدة مسور. حمل من انساب الاشراف ص ۳۳۸

پیشین گوئی کی گئی ہے اس سے بے جا یزید کی حمایت کے لئے مولانا اعظمی کربستہ ہو گئے ہیں حالانکہ کئی وجہ سے یہ استدلال خود ان کے شایان شان نہیں ہے۔

(۱) اس روایت میں ان خلفاء کے عادل اور ثقہ متقی پر ہیزگار ہونے پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ بھی نہیں ہے، اور ان خلفاء کے تعلق سے کوئی لفظ بھی پیشین گوئی میں موجود نہیں ہے کہ خلفاء کیسے ہوں گے اور ان کے اپنے ذاتی اعمال اچھے ہوں گے یا برے، یہ بات صرف اس قرینے سے سمجھی گئی ہے کہ جب دین اسلام ان کے زمانہ میں بہت شان و شوکت اور عزت غلبہ سے ہوگا تو وہ خلفاء بھی اچھے ہوں گے تو صرف یہ ایک اجتہاد و فہم ہے جس کا حدیث کے کسی لفظ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان خلفاء کے کردار کا نص میں کوئی ذکر موجود ہے اور آپ کہ ان خلفاء کے کردار و عمل سے استدلال کرنا ہے نہ کہ اپنے یا کسی کے اجتہاد و قیاس سے۔

(۲) ان خلفاء کے نام حدیث میں کہیں مذکور نہیں ہیں، نہ اس بات کی کوئی تصریح کسی حدیث میں ہے کہ یہ لگاتار، یکے بعد دیگرے، تسلسل سے ہوں گے اور بارہ کے بارہ ایک کے پیچھے ایک ہوں گے، بیچ میں ان کے درمیان کوئی انقطاع نہ ہوگا یا ہوگا، سب کے زمانے بھی مسلسل ہی ہوں گے یا مختلف زمانوں میں درمیانی انقطاع کے ساتھ بارہ کی تعداد پوری ہوگی، حدیث کا تعلق صرف تعداد سے ہے، حدیث کا کوئی لفظ تسلسل یا انقطاع کو نہیں بتاتا ہے، اس لئے بعضوں نے مختلف زمانوں سے بھی اس پیشین گوئی کو جوڑا ہے اور حضور کے بعد مختلف زمانوں پر بھی محمول کیا ہے۔

(۳) اب جو نام ابن حجر عسقلانی یا علامہ سیوطی وغیرہ نے بتائے ہیں، وہ یہ فرض کر کے بتائے گئے ہیں، اور حدیث کی پیشین گوئی کو انہوں نے تسلسل اور وہ بھی حضور کے فوراً بعد والے زمانے پر محمول کیا ہے، اب تسلسل کی وجہ سے یزید کا دور حکومت بھی شامل ہوتا تھا تو اس کا جواب خود ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اسی حدیث کے ذیل میں دے دیا ہے؛ لیکن افسوس ہے کہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کو نظر نہیں آیا یا انہوں نے قصداً چھوڑ دیا، ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

کتابخانه جامعہ اسلامیہ

ان بارہ خلفاء کے زمانہ میں دین کی شوکت اور اسلام کی رونق کا جو ذکر کیا گیا ہے اور یہ بارہ خلفاء لگاتار تسلسل سے ہوں گے تو اس میں یزید کا دور حکومت بھی اس مدت میں شریک ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یزید کا دور حکومت ان بارہ خلفاء میں بہت تھوڑا بنتا ہے اس لئے غالب اور اکثر کے تحت اس مختصر قلیل زمانہ کا اعتبار نہ کر کے لاکھ حکم الکل کی بنا پر تمام بارہ خلفاء کے زمانہ پر ایک ہی حکم لگا دیا گیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کے الفاظ پڑھئے:

وكانت الامور في غالب ازمئة هؤلاء الاثني عشر منتظمة وان
وجد في بعض مدتهم خلاف فهو بالنسبة الى الاستقامة نادر
والله اعلم. (فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۶۶ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند)

ان بارہ خلفاء کے زمانہ میں امور سلطنت منتظم تھے اگرچہ بعض کے زمانہ میں اختلافات بھی رونما ہوئے، لیکن ان کی مدت تھوڑی اور بہت قلیل زمانہ ہے جو ناقابل اعتبار ہے۔^(۱)

اور اس موقع پر مولانا عظمیٰ کو خود اپنی بات یاد رکھنی چاہئے تھی، انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ: ”تیسری گزارش یہ ہے کہ شرح احادیث میں جو احتمالات محدثین ذکر کرتے ہیں، ان کو قطع و جزم کے صیغہ کے ساتھ بیان کرنا علمی دیانت کے سراسر خلاف ہے، اسی طرح ان کی بنیاد پر حدیث کی کوئی مراد جزم کے ساتھ بیان کرنا یا ان احتمالات کو حدیث کے ساتھ جوڑ کر یہ کہہ دینا کہ حدیث کا یہ مضمون ہے، ہمارے نزدیک من یقل علی ما لم اقلہ کی وعید شدید کا مستحق بنتا ہے۔“ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۲۳ و ۲۴)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وفي هذا الحديث ايضا حجة لما تقدم من ترك القيام على السلطان ولو جار لانه صلى الله عليه وسلم اعلم ابا هريرة باسماء هؤلاء واسماء آبائهم ولم يامرهم بالخروج عليهم مع اخباره ان هلاك الامة على ابيهم لكون الخروج اشد في الهلاك واقرب الى الاستئصال من طاعتهم فاختر اخف المفسدين وايسر الامرين. (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۳)

اب آگے والی سطریں مولانا عظمیٰ علیہ الرحمہ کی تھوڑا فطری تغیر کے ساتھ پڑھ لیجئے۔
 ”مثلاً اسی زیر بحث مسئلہ میں یہ کہنا کہ احادیث میں یزید کی عدالت اور تعریف کے
 اشارات پائے جاتے ہیں، علمی احتیاط کے بالکل خلاف ہے۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۱۲۲)
 (۳) چوتھی بات یہ ہے کہ بقول مولانا عظمیٰ علیہ الرحمہ بارہ خلفاء والی حدیث جن بارہ
 خلفاء کے نام احتمالاً ابن حجر اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے یزید کی جگہ عمر
 بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا نام بتایا ہے۔

مولانا موصوف خود فرماتے ہیں:
 ”اور ملا علی قاری نے بھی ولید ثانی کے بجائے عمر بن عبدالعزیز کو رکھ کر انہیں اشخاص کو
 اس حدیث کا مصداق ٹھہرایا ہے جن میں یزید بھی شامل ہے۔“ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۱۲۲)
 اس کا جواب تو پہلے دیا جا چکا ہے اس عبارت سے اتنا تو صاف ہو گیا بارہ خلفاء کی
 روایت کا مصداق منصوص نہیں ہے اور لگاتار یا مسلسل ہونا ہی کوئی متفق علیہ معاملہ نہیں ہے
 اس لئے حدیث سے یزید کی تعریف و منقبت کرنا محض قیاس و اجتہاد ہے، اس سے اس کی
 منقبت و عدالت کی دلیل بنانا عالمانہ زبردستی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

مولانا عظمیٰ کی حضرت حکیم الاسلام کو نصیحت:

مولانا عظمیٰ علیہ الرحمہ کو چاہیے کہ قاری محمد طیب علیہ الرحمہ کو یہ نصیحت کرتے وقت خود
 اپنے بارے میں سوچیں:

”دوسری بات مہتمم صاحب سے یہ عرض کرنی ہے جس بات کی کسی حدیث میں تصریح
 نہ ہو اور شارحین حدیث اپنے اپنے علم کے مطابق قرائن کی بنا پر حدیث کا محمل متعین کرنے

(۱) محدث بتاتی فرماتے ہیں بعض روایتوں میں خلفاء کے بجائے بارہ امراء کا ذکر ہے اور فرماتے ہیں
 دین کے ہامزت و شان شوکت ہونے کا مطلب صرف اس کے معاملہ کا پر شوکت اور بحال رہنا مراد ہے
 فرماتے ہیں والمراد باقامة الدين واللہ اعلم اقامة معالمة وان بعضهم يتعاطى بعد
 ذلک ما لا یحل (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۲۵۶)

کی کوشش کریں تو شارحین کے بیان کردہ محال کو حدیث کا درجہ نہیں دیا جاتا، مثلاً آپ کی منقولہ بالا حدیث میں صرف اتنا بیان ہے کہ

”میری امت کی ہلاکت چند قریشی چھوکروں کے ہاتھ ہوگی۔“

حدیث میں صراحتاً یا اشارہ کوئی تعین ان چھوکروں کی نہیں ہے، اب اگر کسی قریشی بنی کسی عالم نے یہ لکھ دیا کہ اس میں یزید کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے تو اس بنیاد پر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حدیث میں یزید کے ہاتھوں سے امت کی بربادی کی پیشین گوئی کی گئی اور واضح لفظوں میں سنئے کہ چند غیر متعین قریشی لڑکوں کے ہاتھ امت کی بربادی کی خبر کو تو حق تسلیم کرنا اور اس پر آمنا و صدقہ کہنا ضروری ہے لیکن یہ تسلیم کرنا کہ ان لڑکوں میں یزید بھی داخل ہے، قطعاً ضروری نہیں ہے اس لئے کہ اس کی تصریح حدیث میں نہیں ہے، ہاں احتمال کے درجہ میں یہ کہنا اور ماننا ممکن ہے کہ ہو سکتا ہے یزید بھی ان میں داخل ہو، اب مہتمم صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ایسی احتمالی بات بھی داخل عقائد ہو سکتی ہے؟“

(تبرہ بر شہید کربلا یزید ص ۲۳)

مولانا عظمیٰ کی نصیحت کا ماحصل:

مولانا عظمیٰ کے اس طویل اقتباس کو میں نے اس لئے نقل کیا ہے کہ مولانا عظمیٰ کا غرور علم اس جگہ بالکل کھل گیا ہے اور وہ تکبر کو تواضع کی چادر میں چھپانے میں بری طرح ناکام ہو گئے ہیں اور بڑے بڑے محدثین اور اصحاب علم کو ہی نہیں، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک کو اپنی گھمنڈ کی ٹھوکر پر رکھ کر بے توقیر بنا ڈالا ہے۔

پہلے تو آپ سے یہ عرض کر دوں کہ ”میری امت کی ہلاکت چند قریشی چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی“ کا حدیث ہونا مولانا عظمیٰ کو بھی تسلیم ہے، اس کا حق ہونا وہ مانتے ہیں؛ کیونکہ یہ بخاری کی حدیث اور قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ان چھوکروں کو وہ نہیں جانتے ہیں اور نہ قطعی یا یقینی تعین کسی کے علم میں ہونا ان کو تسلیم ہے اور نہ اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں، اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین علیہما الرحمہ نے جو ان چھوکروں میں پہلا نام

یزید کا بتایا ہے اس کو احتمال کا درجہ دیا ہے یعنی ماننے سے مولانا اعظمی کو بالکل انکار ہے اور اس کو کسی طرح وہ یقینی مانتے ہی نہیں؛ لیکن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بات صرف ابن حجر یا حافظ عینی کی ہوتی تو بھی مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے احترام میں مانی جاسکتی تھی؛ کیونکہ ”محسن رجال وہم رجال“ کی حد میں ہی بات رہتی؛ لیکن مجھے نہایت ہی افسوس اور حیرت ہوتی ہے کہ بات تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے کیونکہ بخاری ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان موجود ہے کہ میں ان چھو کروں کو جانتا ہوں، مجھے ان کے اور ان کے باپ کے نام بھی معلوم ہیں، چاہوں تو بتا بھی سکتا ہوں۔

بخاری کی یہ روایت پڑھئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ مردان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول سنایا:

يقول هلكت امتي على يدي غلطة من قریش فقال ابو هريرة لو

كنت ان اقول بني فلان وبني فلان. (بخاری ج ۱ ص ۵۰۹ ج ۲ ص ۱۰۳۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کی ہلاکت چند قریشی

چھو کروں کے ہاتھوں ہوگی، حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو فلاں

کی اولاد، فلاں کی اولاد نام بنام بھی بتا سکتا ہوں۔

اس روایت سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان چھو کروں کے نام یقینی طور پر معلوم تھے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بتائے تھے، دوسرا ان ناموں کے جاننے کا کوئی ذریعہ ان کے پاس نہیں تھا، اب سنئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو نام معلوم تھے وہ یقینی اور حتمی تھے، صرف احتمالی نہیں؛ کیونکہ احتمالی ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہ کو حضور کی بات پر یقین اور جزم نہ تھا؛ بلکہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی احتمال اور شک ہی تھا؛ حالانکہ کسی صحابی

کے بارے میں یہ بات سمجھنا بہت بڑی گرائی کا دروازہ کھولتا ہے، اس لئے ہمارا عقیدہ ہے ان چھوکروں کے نام حضرت ابو ہریرہ کو بالیقین معلوم تھے، البتہ حضرت ابو ہریرہ سراحۃ کے ساتھ کسی مصلحت کی وجہ سے ان چھوکروں کو کھول کر بتاتے نہ تھے، مگر کبھی اشارہ فرمادیتے تھے اور صحیح روایتوں میں حضرت ابو ہریرہ نے کنایہ سے نام بتادئے ہیں، محدث بیہقی علیہ الرحمہ نے وہ صحیح روایت نقل کر دی ہے، امام بیہقی علیہ الرحمہ اپنی کتاب دلائل النبوة ج ۶ ص ۴۰۷ پر ایک عنوان قائم کرتے ہیں:

ما جاء في اخبار النبي صلى الله عليه وسلم بالفتن التي ظهرت بعد الستين من اغيلمة من قريش و كان كما اخبر. اور اس کے بعد محدث بیہقی نے اس عنوان کے تحت دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، ان میں ایک حضرت ابوسعید خدریؓ جس کی تعین ذکر کی ہے پھر لکھتے ہیں:

وقد روى عن علي ثم عن ابو هريرة ما يؤكده هذا التاريخ. (دلائل النبوة ج ۶ ص ۴۰۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر حضرت ابو ہریرہؓ سے وہ بات مروی ہے جو اسی تاریخ کی تائید کرتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ والی روایت بسند صحیح مروی ہے اور اس میں نام کی طرف کنایہ تذکرہ ہے اس لئے اس کو پیش کر رہا ہوں، محدث ابن حجر مکی علیہ الرحمہ الصواعق المحرقة ۲۲۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

وكان مع ابي هريرة رضي الله عنه علم من النبي صلى الله عليه

وسلم بما مر عنه صلى الله عليه وسلم في يزيد فانه كان

يدعو: اللهم اني اعوذ بك من رأس الستين، وامارة الصبيان

فاستجاب الله له، فتوفاه سنة تسع وخمسين وكانت وفاة

معاوية وولاية ابنه سنة ستين فعلم ابو هريرة بولاية يزيد في هذه

السنة فاستعاد منها لما علمه من قبيح احواله بواسطة الصادق
المصدوق صلى الله عليه وسلم بذلك.

(۱) (الصواعق المحرقة ص ۲۲۱ مطبوعہ استبرار)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایت میں جو کچھ گزرا یزید کے بارے
میں، حضرت ابو ہریرہ کو اس کی معلومات تھیں، اور حضرت ابو ہریرہ دعا فرماتے
تھے۔ انہ کی پٹا چاہتا ہوں ۱۰ھ کی شروعات سے اور بچوں کی حکومت سے تو
اللہ نے ان کی دعا قبول کی، اس لئے ان کو ۵۹ھ میں وفات دے دی، حضرت
معاویہ کی وفات اور ان کے بیٹے یزید کی حکومت ۱۰ھ میں ہے، پس حضرت
ابو ہریرہ یزید کی حکومت کے بارے میں جانتے تھے، اس لئے وہ اس سے اللہ
کی پٹا چاہتے تھے کیونکہ وہ اس کے برے حالات کو جانتے تھے صادق
و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے۔

عن عمير بن هاشم انه حدثه قال: كان ابو هريرة عشي في سوق
المدينة وهو يقول: اللهم لا تدركني سنة الستين، ويحكم!
تمسكوا بضدغي معاوية، اللهم لا تدركني اماراة الضبيان.

(دلائل النبوة للبيهقي ج ۶ ص ۴۰)

عمیر بن ہاشم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ
نے مدینہ کے بازار میں رات کا کھانا تناول فرمایا اور کہا: اے اللہ! مجھ سے
پائے، تم لوگوں کا ہنس ہو، حضرت امیر معاویہ کے پیشانی کے دو طرف

(۱) سمعنا سعيد الخدري يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وتلا هذه الآية
(فخلف من بعدهم خلف) فقال يكون خلف من بعد سنين سنة، اضاعوا الصلوة واتبعوا
الشهوات فسوف يلقون غيا۔ (دلائل النبوة ج ۶ ص ۴۰۹) اور حافظ ابن کثیر نے حضرت ابی سعید
خدری کی حدیث مستندہ میں خلیل کے حوالے سے لکھا ہے: ۳۲۵ پر بھی نقل فرمائی ہے۔

کے بال پکڑ لو، اے اللہ چھو کروں کی حکومت مجھ کو نہ پاوے۔
آگے امام بیہقی لکھتے ہیں:

وہما انما یقولان مثل هذا الشیء سمعناہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

وہ دونوں کہیں گے اس قسم کی بات جو دونوں نے سنا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

محدث بیہقی رحمہ اللہ صاف صاف کھول کر بتا رہے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بال پکڑ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کنایہ جس نام کا اشارہ فرمایا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نام تھے وہ حضرت معاویہ کے صاحبزادہ تھے، اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو اس نا سمجھ کو کون سمجھا سکتا ہے؟

اس روایت کی روشنی میں ابن حجر اور حافظ عینی نے لکھا ہے: اولہم یزید یہ دونوں محدث کو تو سمجھ میں آگیا لیکن اگر احتمال اور شک ہے تو ہمارے محدث کبیر محقق بے نظیر مولانا حبیب الرحمن اعظمی کو شک ہے، اب معلوم یہ نہیں کہ صرف ابن حجر اور حافظ عینی پر شک ہے یا حضرت ابو ہریرہ پر بھی، اللہ خیر کرے۔

باقی حدیث سنۃ متین اور امارۃ الصبیان میں جتنی قیل قال مولانا اعظمی نے کی ہے وہ ”ملا آں باشد کہ چپ نہ شوڈ“ کی قبیل سے ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو کچھ لکھا ہے اس سے انکا کوئی مطلب بھی نہیں نکلتا ہے اور نہ ہی وہ اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں، صرف ابن حجر کی کاٹ اور وہ بھی غلط طریقہ سے کرنے کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب کا نام درمیان میں بے وجہ استعمال کر کے لکھ مارا ہے:

”دنیا میں ایک حافظ ابن حجر ہی حدیث کے شارح اور اس فن کے قبح عالم نہیں گزرے ہیں؛ بلکہ اور حضرات کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی ہے، بالخصوص ہمارے اور آپ کے علمی مورث اعلیٰ اور واقعی حکیم الاسلام شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو علم

وقائق و اسرار کتاب و سنت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، آپ نے ذرا زحمت کر کے یہ کیوں نہیں معلوم کر لیا کہ وہ کیا فرماتے ہیں؟“ (تبصرہ پر شہید کر بلا و یزید ص ۲۴)

مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا موقف:

یہ مولانا حبیب الرحمن صاحب علیہ الرحمہ کی حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ کے خلاف دفع الوقت ہے ورنہ مولانا موصوف نے زیر بحث مسئلہ میں خود ذرا زحمت کیوں نہیں کی کہ شاہ صاحب نے یزید کے متعلق کیا لکھا ہے، شاہ ولی اللہ جیسا دیدہ وراور عبقری صاحب علم لکھتا ہے۔
وہو منافق او فاسق فمنہا الحجاج و یزید بن معاویہ و مختار۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۵)

(اسی خیر القرون میں) منافق اور فاسق بھی تھے انہیں میں حجاج بن یوسف، مختار ثقفی اور یزید بن معاویہ بھی تھے۔

دوسری جگہ پھر صراحت سے فرماتے ہیں:

دعاة الضلال یزید بالشام و مختار بالعراق۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند)

گمراہی کے داعی شام میں یزید اور عراق میں مختار ثقفی تھے۔

اور ہلکۃ امتی علی یدی غلمۃ من قریش کے تحت شاہ ولی اللہ صاحب نے جو بنو مروان کو داخل کیا ہے اس سے یزید کی نفی نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ اولہم یزید کے خلاف نہیں بلکہ وہ بنو مروان بھی اس میں داخل ہیں، البتہ اس پیشین گوئی کا پہلا مصداق یزید اور باقی بنو مروان بھی ہیں، لفظ غلمۃ جمع کا صیغہ ہے تو صرف ایک ہی پر یہ پیشین گوئی ختم نہیں ہوگی اس پیشین گوئی میں اوروں کی بھی گنجائش باقی ہے، البتہ اولہم یزید ہی رہے گا اس لئے شاہ ولی اللہ اور ابن حجر علیہما الرحمہ کی تشریح میں تضاد یا اختلاف نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا امارۃ الصبیان سے بچنے کی دعا کرنا اور اس کا مصداق:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے سن بساۃ ہجری کا تعین امارۃ الصبیان سے نہیں کیا ہے بلکہ یہ

تین تو خود حضرت ابو ہریرہ کے قول میں ہی موجود ہے، جس کو انہوں نے خود واضح کر دیا ہے؛ البتہ امارۃ الصبیان کو ابن حجر عسقلانی نے اسی طرح سن ساتھ ہجری سے جوڑا، جیسے دونوں باتوں کو حضرت ابو ہریرہ نے خود ہی ایک ساتھ جوڑ دیا تھا، حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے پہلے دونوں کو ایک ساتھ جوڑ کر بیان کر دیا، دلیل میں ابن شیبہ کی روایت پیش کی ہے، فرماتے ہیں:

وفي رواية ابن ابي شيبة ان ابا هريرة كان يمشي في السوق ويقول اللهم لا تدركني سنة متين ولا امارۃ الصيان.

ایک روایت ابن ابی شیبہ سے ہے کہ حضرت ابو ہریرہ بازاروں میں چلتے اور فرماتے اے اللہ مجھے نہ پائے ۶۰ سال کا زمانہ اور بچوں کی حکومت۔

اب جب لا تدركني کے ساتھ ہی ولا امارۃ الصيان واقع ہے تو دونوں دعاؤں کا ایک ساتھ کرنا بالکل واضح ہے، اس لئے ولا کے بعد فعل کا اعادہ بھی نہیں کیا گیا تاکہ دونوں جملوں اور دعاؤں کا ایک ہی وقت اور ایک ہی ساتھ میں ہونا واضح اور معلوم رہے، اس لئے سن ساتھ اور صبیانی حکومت کا ایک ساتھ ہونا بالکل صاف صاف سمجھ میں آتا ہے اور ابن حجر علیہ الرحمہ کا یہ اشارہ نکالنا درست ہے۔

وفي هذا اشارة الى ان اول الاغلمة كان في سنة متين وهو

كذلك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقى الى سنة

اربع وستين ثم ولي ولده معاوية ومات بعد اشهر.

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۲) (۱)

اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لوٹنوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا ۶۰ھ میں

(۱) اور علامہ ابن حجر مکی شمش بھی اس حدیث کا مصداق یزید کو بتا رہے ہیں فرماتے ہیں یزید بن

معاوية فانه من اقبحهم وافسقم بل قال جماعة من الائمة يكفرهم وهو المراد من

قوله صلى الله عليه وسلم في الحديث الصحيح يكون خسار امتي على يد اغلطة

من اسفهاء قريش، فيؤلاء كانوا ظلمة فسقة. (تطهير اللجان ص ۵۳)

یزید بن معاویہ کو خلیفہ بنایا گیا ان ہی دنوں میں اور ۶۲ھ تک بنارہا پھر اس کا بیٹا

معاویہ دلی بنا اور چند مہینوں بعد مر گیا۔

ابن ابی شیبہ کے ساتھ امام بیہقی کی دلائل النبوة سے جو روایت میں نے پہلے نقل کی ہے اس کو ملا لیجئے تو بات بالکل صاف واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ امارۃ الصبیان کا پہلا مصداق یزید ہی ہے اور حضرت ابو ہریرہ نے حضرت معاویہ کے بالوں کو پکڑنے کی دعوت دیکر کنا یہ یزید کا نام بتا دیا تھا، اس لئے کہ ان کو یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم تھی لیکن کھول کر بیان کرنا حضرت ابو ہریرہ کے لئے خطرناک اور خلاف مصلحت تھا، ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وكان ابا هريرة كان يعرف اسمائهم وكان ذلك من الجواب الذي
لم يحدث به وتعلمت الاشارة اليه في كتاب العلم وتقدم هناك
قوله لو حدثت به لقطعتم هذا الحلقوم. (فتح الباری ج ۳ ص ۱۲۱ و ۱۲۲)

گویا کہ حضرت ابو ہریرہ ان کے نام جانتے تھے یہی وہ جواب ہے جسے انہوں نے بیان نہیں کیا اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ گذر چکا ہے کتاب العلم میں اور وہاں ان کا قول گذر چکا ہے کہ اگر میں بتا دوں تو تم حلق کاٹ دو گے۔

مستدرک حاکم کی روایت اور امام حاکم کا اور حدیث حذیفہ بن الیمان سے استدلال اس کے لئے پہلی گزارش تو یہ ہے اس حدیث میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے نہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ مجھے ان کے نام بتائے گئے نہ یہ ارشاد فرمایا کہ میں چاہوں تو نام بتا سکتا ہوں اور یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس بات کے مدعی ہیں، مجھے چھو کروں کے نام معلوم ہیں اور میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں تو حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں نہ کوئی تضاد ہے نہ کوئی اختلاف اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی جب تک دونوں حدیثوں میں اختلاف نہ ثابت کر دیں، ابن حجر علیہ الرحمہ کا بیان غلط تو کجا مشکوک تک ثابت نہیں ہو سکتا۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کی روایت کا مصداق:

دوسری گزارش یہ ہے کہ جو مستدرک حاکم سے مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ والی روایت نقل فرمائی، اس میں نہ حاکم نے اور نہ ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بصراحت یہ فرمایا ہے کہ اس کے مصداق قاتلین عثمان ہیں یا اس کو قاتلین عثمان پر محمول کرتا ہوں، اپنے فہم سے مولانا اعظمی نے دعویٰ کر دیا ہے کہ حاکم نے اس کو قاتلین عثمان پر فٹ کیا ہے۔ حالانکہ قتل عثمان کے وقت حدیث سنانا امام حاکم نے حضرت حذیفہ سے تو ضرور نقل کیا ہے قاتلین عثمان پر فٹ کرنا تو امام حاکم سے ثابت نہیں ہے اس لئے کہ حضرت حذیفہ صاحب السر مشہور تھے اور لوگ اس قسم کی حدیثیں ان سے پوچھتے بھی تھے، اب ایسے صحابی سے اگر کسی شخص نے اسی طرح کی بات قتل عثمان کے وقت دریافت کر لیا اور انہوں نے ایک حدیث فتنہ کے متعلق سنائی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ خاص اسی وقت کے فتنہ سے اس کا تعلق ہے جبکہ وہ حدیث جو حضرت حذیفہ بن الیمان نے اس موقع پر سنائی تھی اس کے الفاظ واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ حدیث کا تعلق آنے والے زمانہ سے ہے اور یہ فتنہ کبھی آئندہ پیش آئے گا یہ حقیقت حذیفہ بن الیمان کی حدیث کے مختلف طرق اور الفاظ پر غور کرنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے مثلاً یحییٰ حاکم والی حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی مسند احمد ابن حنبل ج ۵ ص ۴۰۴ پر بایں الفاظ موجود ہے:

قال قام حذيفة خطيبا في دار عامر بن حذيفة فيها التيمي والمضري فقال: لأتبن على مضر يوم لا يدعون لله عبداً بعده إلا قتلوه أو ليضربن ضرباً ولا يمنعون ذنب تلمة أو أسفل تلمة فقيل: يا أبا عبد الله! تقول هذا بقومك أو بقوم انت يعني منهم قال: لا أقول يعني إلا سمعت من رسول الله يقول.

راوی نے بتایا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ عامر بن حذیفہ کے گھر میں کھڑے ہو کر تقریر کر رہے تھے اور کچھ تیمی کچھ مضری لوگ موجود تھے، حضرت حذیفہ نے فرمایا مضر قبیلہ پر ایک دن آئے گا کہ وہ اللہ کی عبادت کرنے والے کسی بندہ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے یا اس طرح مارے بغیر نہ چھوڑیں گے کہ کسی ٹیلہ کی دم یا اس ٹیلہ کے نچلے حصہ کو نہ چھوڑیں گے (یعنی سب کو ختم کر ڈالیں گے) کہا گیا: اے ابو عبد اللہ (حذیفہ) آپ اپنی ہی قوم کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں یا اس قوم کے بارے میں جس کے ایک فرد آپ بھی ہیں؟ فرمایا: میں نہیں کہہ رہا ہوں جو کچھ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے وہ کہہ رہا ہوں۔

دیکھئے اور خوب غور سے دیکھئے قتل عثمان کا بھی اس روایت میں کوئی ذکر تک نہیں ہے البتہ حاکم کی روایت میں قتل عثمان کا تذکرہ ضرور ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث حضرت حذیفہ نے اس وقت سنائی تھی، مستدرک حاکم کے الفاظ ہیں۔

قال لما قتل عثمان رضي الله عنه دخلنا على حذيفة فاذا القوم عنده فقال: والله! لا تدع ظلمة مضر عبدا لله مؤمنا الا قتلوه وفتنوه حتى يضربهم الله والمؤمنون حتى لا يمنعوا ذنب تلعة فقال رجل: أنقول هذا وانت رجل من مضر، قال لا أقول الا ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(مستدرک للحاکم ج ۵ ص ۶۶۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

راوی کہتا ہے جب حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے ہم حضرت حذیفہ کے پاس آئے اور قوم بھی ان کے پاس تھی حضرت حذیفہ نے فرمایا: بخدا مضر کے ظالم لوگ اللہ کے بندہ مومن کو نہیں چھوڑیں گے الا یہ کہ اس کو قتل کر ڈالیں یا اس کو نشتہ میں مبتلا کر دیں حتیٰ کہ اللہ اور اس کے مومن بندے ان کو ختم کر دیں گے،

یہاں تک کہ مضروا لے کسی ٹیلہ کی دم تک نہ چھوڑیں گے، ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے کہا آپ یہ فرما رہے ہیں حالانکہ آپ مضربیلہ کے ایک آدمی ہیں، حضرت حذیفہ نے کہا: میں وہی کہہ رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اس روایت میں صرف قتل عثمان کا ذکر ہے قاتلین عثمان کا کوئی ذکر سابق سابق میں نہیں ہے، صرف حضرت حذیفہ کے حدیث سنانے کا زمانہ قتل عثمان بتایا گیا ہے لیکن مولانا عظمیٰ نے کمال ذہانت سے قتل عثمان کو قاتلین سمجھ لیا اور محدث حاکم کے سر، بالکل غیر ذمہ داری کے ساتھ یہ الزام دیا کہ حاکم نے حدیث کو قاتلین عثمان پر فٹ یا محمول کیا ہے؛ حالانکہ امام حاکم نے تو حدیث سنانے سے حضرت ابو ہریرہ والی حدیث کے صحت پر دلیل بتایا ہے، نہ کہ اس کا محمول بتایا ہے، حاکم کے الفاظ ہیں:

هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه، شهد حديث حذيفة

بن اليمان بصحة هذا الحديث. (مستدرک للحاکم ج ۵ ص ۶۶۵)

یہ صحیح الاسناد حدیث ہے لیکن بخاری اور مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور

اس کی صحت کی گواہی حذیفہ بن الیمان کی حدیث دیتی ہے۔

صرف صحت کے لئے حذیفہ بن الیمان کی حدیث کو امام حاکم نے دلیل بتایا ہے، امام حاکم نے مصداق و محمل کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، نہ قاتلین عثمان کو محمل قرار دیا ہے، زبردستی مولانا حبیب الرحمن عظمیٰ علیہ الرحمہ نے حاکم پر یہ بات تھوپ ڈالی کہ انہوں نے حدیث کا محمل قاتلین عثمان کو قرار دیا ہے، حاکم کی عبارت میں وہ کون سا جملہ جس کا مطلب قاتلین عثمان سے کیا گیا ہے، قتل عثمان اور قاتل عثمان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے لیکن مولانا عظمیٰ فرماتے ہیں:

”اسی کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھئے کہ امام عبد اللہ حاکم نے حدیث غلغلة من

قربش کا مصداق شرکائے قتل عثمان کو قرار دیا ہے، ان کی تصریح کے بموجب

حضرت حذیفہؓ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فتنہ کی حدیثوں اور ان کے معانی و مطالب کے سب سے بڑے واقف تھے، غلیمہ من قریش کا مصداق قاتلین عثمانؓ ہی کو قرار دیا ہے۔ (تبرہ بر شہید کر بلا و یزید ص ۲۹)

میں بہت غور و خوض کرنے کے بعد حدیث کے مختلف الفاظ و طرق کے مطالعہ کے بعد یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس موقع پر مولانا حبیب الرحمنؒ اعظمی علیہ الرحمہ نے صرف امام حاکم پر ہی تہمت نہیں رکھی ہے؛ بلکہ صحابی رسول حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ پر الزام لگا ڈالا ہے کہ انہوں نے حدیث غلیمہ من قریش کا مصداق قاتلین عثمانؓ کو قرار دیا ہے، اگر کوئی صاحب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا وہ جملہ نقل کر دیں جس کا ترجمہ قاتلین عثمانؓ کیا گیا ہے، تو مجھے اپنی بات سے رجوع کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا، قتل عثمانؓ کے وقت حدیث سنانا اور بات ہے اور قاتلین عثمانؓ کو مصداق ٹھہرانا دوسری بات ہے۔

اب اخیر میں یہ بھی بتا دوں کہ سنۃ متین والی ہی روایت صحیح اور رائج ہے اور جس روایت میں سنۃ مبین آیا ہے وہ ضعیف ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اب مولانا حبیب الرحمنؒ علیہ الرحمہ جو درج ذیل سطور میں اشکال پیش فرما رہے ہیں وہ کسی طرح درست نہیں ہے۔

مولانا اعظمیؒ کا غیر مناسب اعتراض:

مولانا موصوف فرماتے ہیں:

”غلیمہ من قریش پر بحث و نظر کے خاتمہ پر ہم مہتمم صاحب کو ایک بار پھر مستقلاً امارۃ الصبیان والی پیشین گوئی پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں اور عرض کرنا چاہتے ہیں کہ آپ تو اس پیشین گوئی کا ذکر حضرت ابو ہریرہؓ کی دعا کے ضمن میں ظاہر فرماتے ہیں اور اس دعا میں اس کے ساتھ سنۃ متین (۶۰) کا ذکر دیکھ کر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس کا ظہور حضرت ابو ہریرہؓ کے خیال میں ۶۰ھ سے ہونے والا تھا مگر جناب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس پیشین گوئی کا ذکر ایک صحیح

کتاب التوحید

مرفوع حدیث میں ہے اور اس حدیث نبوی میں امارۃ الصبیان کا ذکر ہے جس کے ساتھ ہے، لہذا جناب کے استدلال کے بموجب اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ساتھ ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ امارۃ الصبیان کی ابتداء منہ سے یا منہ کے بعد ہوگی، یہی حدیث نبوی اور دعائے ابو ہریرہ کے اشاروں میں تعارض ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے تعارض کے وقت حدیث نبوی کو ترجیح دی جائے گی۔ (تہذیب شہید کر بلا و یزید ص ۳۰)

سنہ سبعین کی روایت بحوالہ مسند ابویعلیٰ حنفی ابن کثیر علیہ الرحمۃ نقل کی ہے لیکن میرے پاس ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ کا جو نسخہ ہے وہ دار ابن کثیر دمشق کا مطبوعہ ہے اور الطبعة الثالثة ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۳ء ہے، اس پر تحقیق ریاض عبد الحمید مسواد اور محمد حسان عبید کی ہے، اور مراجعت شیخ عبد القادر ارناؤط اور الذکثور بشار عداد معروف کی ہے، اس روایت پر تعلق البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۶ پر لکھتے ہیں:

ورواه احمد فی سندہ ۳۲۶/۲ واسنادہ ضعیف.

(تعلق البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۲۶)

یہ روایت مسند احمد جلد ۲ ص ۳۲۶ پر بھی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ معلوم ہوا کہ محدث اعظمی نے جس روایت کو حدیث صحیح قرار دیا ہے، وہ اگرچہ مرفوع ہے لیکن ضعیف ہے۔

اب حدیث ضعیف کو صحیح پر صرف مرفوع ہونے کی وجہ سے ترجیح دینا یہ مولانا اعظمی کا ہی کمال ہے؛ جبکہ اس کی سندیں کامل بن العلاء لاقٹی ابوالعلاء موجود ہے اور بلا تعین و بلا ولدیت ابوصالح ان کے استاد بھی موجود ہیں، معلوم نہیں یہ ابوصالح میناء مولیٰ ضباعہ ہیں یا ابوصالح الیمان ہیں جبکہ کامل ابوالعلاء دونوں ابوصالح سے روایت کرتے ہیں اس لئے ایسی ضعیف روایت کو قوی روایت پر راجح قرار دینے کے لئے محدث اعظمی جیسا دل گروہ چاہئے کسی عام عالم کے بس کی بات نہیں ہے۔

مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یزید کی حمایت کرنے والوں کو یزید جیسی جسارت و جرأت بھی ہو جاتی ہے، اس سنۃ ستین و امارۃ الصبیان کو علامہ ابن حجر کی بیسی و غیرہ نے بھی ذکر کیا ہے لیکن چونکہ اس کے مقابلے سنۃ سبعین کی روایت قابل اعتبار نہیں تھی، اس لئے اس کا تذکرہ کرنا بھی کسی نے مناسب نہ سمجھا اور یہی کام حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند قدس سرہ نے بھی کیا۔

اب مولانا حبیب الرحمن اعظمی کا درج ذیل بیان کس قدر بے معنی اور فضول ہے، آپ غور فرمائیے، لکھتے ہیں:

”یہ (۱) حدیث نبوی جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں تاریخ ابن کثیر ۸/۲۳۱ میں سند کے ساتھ مذکور ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

تعوذوا باللہ من سنۃ سبعین ومن امارۃ الصبیان۔

خدا کی پناہ مانگوں سے اور لڑکوں کی حکومت سے۔

مہتمم صاحب نے تاریخ ابن کثیر کے اسی مقام سے حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث جو مذکورہ بالا حدیث سے پہلے ہے، بالکل اس سے ملی ہوئی نقل فرمائی ہے، اس لئے ممکن نہیں کہ ان کی نظر اس حدیث پر نہ پڑی ہو، مگر حیرت ہے کہ آپ نے اس کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور اس سے زیادہ حیرت اس پر ہے کہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں انہوں نے ابو ہریرہؓ اور اقوال شارحین سے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۔ اغلب یہ ہے کہ ابوصالح مینا مولیٰ صاعہ ہیں انہیں سے اعمار امی مابین ستین الی سبعین کامل ابوالعلاء کے سنا تھا اور انہیں سے یہ سبعین اس دوسری روایت میں سہواً جڑ گیا۔

(۱) ۶۰ھ کا تحصیل صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہی نہیں کرتی بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مرفوع روایت سے بھی منقول ہے ابن حجر کی تطہیر الجمان ص ۶۶ پر فرماتے ہیں: وفی حدیث رواہ لثقات تعوذ باللہ من رأس الستین وفی رواۃ من سنۃ ستین ومن امارۃ الصبیان۔

بہر حال مہتمم صاحب کے استدلال کی رو سے مذکورہ بالا حدیث نبوی میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ امارۃ الصبیان کا ظہور ۷۷ھ یا ۷۸ھ کے بعد ہوگا اور تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی پیشین گوئی کا ظہور وقوع اسی صورت سے ہوا، عبد الملک بن مروان نے ۷۷ھ سے پہلے ہی خلافت کا دعویٰ کیا تھا مگر علماء کے نزدیک وہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر کی حیات تک اس دعویٰ میں حق بجانب نہ تھا، ۷۸ھ سے وہ صحیح معنوں میں خلیفہ ہوا اور اس کے بعد اس کے چار بیٹے خلیفہ یا بادشاہ ہوئے جن میں کوئی ۲۳ برس کا تو کوئی ۲۹ برس کا تھا اور عبد الملک ہی نے حجاج جیسے خوزیز کو کوفہ بصرہ کی حکومت دی اور عبد الملک اور اس کی اولاد نے معمر والیوں کی جگہ پر کم عمروں کو والی بنایا، اس کی تفصیل تاریخوں میں پڑھے اور اس کے ساتھ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی بغور پڑھئے۔

و نیز در حدیث دیگر وارد شدہ تعوذ باللہ من رأس السبعین و اس کلمہ اشارت بانقضائے زبان سلطنت کاملہ پس گویا کہ جموں اس برسہ از منہ (زمان نبوت و زمان خلافت راشدہ و زمانہ سلطنت کاملہ) را زمانہ برکت قرار دادہ اند کہ شر و فساد کہ قابل تعوذ باشد بعد انقضائے سلطنت کاملہ ظاہر خواہد گرد و منصب امامت ص ۸۰۔ (تبرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۳۱) یہ تو گزر رہی چکا کہ سنہ متین ہی کی روایت صحیح ہے اور سنہ سبعین کی روایت ضعیف ہے پھر بنو مروان اگر داخل ہوں تو اس سے یزید کا خارج ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے، بنو مروان بھی امارۃ الصبیان میں داخل ہیں تو اولہم یزید اپنی جگہ اٹل ہی ہوگا، سنئے مولانا اسماعیل شہید یزید کو خارج نہیں مانتے، مولانا اسماعیل شہید یزید اور اس کے اعوان و انصار کو کیا کہتے ہیں، وہ تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں:

”جاننا چاہئے کہ عبید اللہ بن زیاد اور عمر بن سعد اور شمر اور خولی وغیرہ مردودوں نے

باجازت یزید پلید کے حضرت امام حسین کو رنج پہونچایا۔“ (تقویۃ الایمان ص ۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ یزید کو بالکل بری کر کے اور پلید کو رحمۃ اللہ علیہ بنا کر مولانا عظمیٰ

نے اکابر و بوند کے موقف سے بھی انحراف فرمایا ہے، اس لئے جس کا دل چاہے مولانا

اعظمی کی تحقیق سے اتفاق کرے، میری سمجھ سے تو وہ تحقیق بالکل غلط ہے، یہ اکابر سے انحراف بلا جواز ہے۔

دور کی کوڑی لانے کی ضرورت ہی نہیں کہ امام بخاری کی الادب المفرد سے مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے دونوں جملوں کو الگ الگ کر دیا جائے سہ ستمین ایک جملہ الگ بنا دیا جائے اور امارۃ الصبیان ایک الگ دعائیہ جملہ قرار دیا جائے جبکہ صحیح روایت میں محدث یہ بھی نے نقل کر کے بتا دیا ہے کہ سہ ستمین پہلے کہنے کے بعد حضرت معاویہ کا بال پکڑنے کی درخواست کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ نے امارۃ الصبیان کہا تھا، افسوس کہ وہاں ہمارے مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ موجود نہیں تھے، ورنہ یہ حضرت ابو ہریرہ سے کہتے کہ آپ کو دعا کرنے کا بھی ڈھنگ نہیں، دونوں جملوں کو ایک ساتھ ملا کر بولے، یہ بیچ میں ایک غیر متعلق بات تمسکوا بصدغی معاویہ کیوں کھسیڑ دیا اور حضرت ابو ہریرہ کو مشورہ بھی دیتے کہ بنو مروان کو پکڑ کر کہئے، حضرت معاویہ کو کیوں پکڑنے کا حکم فرما رہے ہیں؟ کیا آپ نے فرمان رسول بھی نہیں سمجھا کہ سننے والی پیشین گوئی کو قبل از وقت دس سال پہلے ہی ۶۰ھ میں ہی فٹ کرنا شروع فرما دیا؟ بلکہ رسول اللہ ﷺ سے ہی فرما دیتے کہ ان چھوکروں کے نام آپ نے حضرت ابو ہریرہ کو کیوں بتائے اور حضرت حذیفہ بن الیمان کو کیوں نہیں بتائے جبکہ وہ آپ کے صاحب السر ہیں؟۔

امام بخاری کی ادب مفرد یا کسی اور مرفوع حدیث میں امارۃ الصبیان کی جو پہچان حضرت ابو ہریرہؓ نے بتائی اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس کی آسان پہچان ۶۰ھ وہ جانتے نہ تھے بلکہ ان چھوکروں کا نام بتانے میں خطرہ اور ڈر تھا اور پہچان بتانے میں نہ کوئی خطرہ نہ ڈر اور پہچان سے سمجھنے والا اس وقت کا تعین خود بخود کر سکتا تھا کہ اب وقت آچکا ہے جس کی پیشین گوئی کی گئی ہے، مولانا اعظمی کا اس طرح کا مغالطہ آمیز جملہ لکھ کر یزید کے لئے صفائی فراہم کرنے کا عالمانہ طریقہ ہے جس کا استعمال انہوں نے اپنی کتاب تبصرہ بر شہید کر بلا و یزید میں کئی جگہ پر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”یہاں تک جو میں نے عرض کیا اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اپنی زندگی میں جس وقت یزید کے لئے بیعت لی تھی، اس وقت ایک تنفس نے بھی یہ نہیں کہا تھا کہ وہ فاسق و فاجر یا نااہل ہے۔“ (۱)

(تبصرہ پر شہید کربلا و یزید ص ۳۵)

یزید کی خلافت پر صحابہ کرامؓ کی ناراضگی:

اس عبارت میں مولانا اعظمی کا یہ ارشاد تو ٹھیک ہے کہ مضبوط اور شرعی دلیل سے حضرت معاویہؓ کی حیات میں کسی نے یزید کو نہ فاسق کہا نہ فاجر نہ شرابی؛ لیکن کسی نے اس کو نااہل نہ قرار دیا ہو، یہ بات بالکل درست نہیں ہے، حقیقت واقعہ کے بالکل خلاف بھی ہے، چونکہ جس وقت حضرت معاویہؓ نے ولیمہ کی بیعت لی، ایک سے زیادہ صحابہؓ کو اعتراض تھا، اور اس کے لئے خوشی سے آمادہ بھی نہ تھے، مجمع الزوائد کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کا اعتراض کرنا گذر ہی چکا ہے اور تمام تاریخی بیانات حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں بھی متفق ہیں کہ اس کام کے لئے بخوشی آمادہ نہیں تھے، عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سعیدؓ (۱) بن زیدؓ نے بھی بیعت نہیں کی تھی، حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے صاف صاف کھل کر حضرت معاویہؓ کی مخالفت کی تھی، جس کا تذکرہ مسند صحیح مسند ابویعلیٰ میں موجود ہے، جو تاریخی بات بھی نہیں؛ بلکہ حدیثی سند سے ثابت ہے، اس جگہ سند کے ساتھ میں پورا واقعہ نقل کر دیتا ہوں۔

حدثنا الحسن بن عمر بن شفيق بن اسماء الجرمي حدثنا جعفر

بن هشام عن ابن سيرين قال لما أراد معاوية ان يستخلف يزيد

بعث الى عامل المدينة، أن وفد إلى من شاء، قال: فوفد إليه

عمرو بن حزم الانصاري، فاستأذن فجاء حاجب معاوية

(۱) حضرت سعید بن زید کے بیعت نہ کرنے کی تفصیل کے لئے دیکھئے: مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۹۲۷

والطهرانی والدارقطنی الصغير للبخاری۔

یستأذن، فقال: هذا عمرو قد جاء يستأذن، فقال: ما جاء هم
إلی، فقال: یا امیر المؤمنین! جاء یطلب معروفک، فقال
معاویة: إن كنت صادقاً فلیکتب ما شاء، فأعطه ما سألک ولا
أراه، قال: فخرج إلیه الحاجب، فقال ما حاجتک؟ اکتب ما
شئت، فقال: سجان الله! أجبی إلی باب امیر المؤمنین فأحجب
عنه؟ أحب أن ألقاه فأکلمه، فقال معاویة للحاجب: عده يوم
کذا وكذا، اذا صلی الغداة فلیجیء، قال فلما صلی معاویة
الغداة أمر بسریر فجعل فی ایوان له ثم اخرج الناس عنه فلم
یکن عنده أحد، إلا کرسی وُضع لعمرو فجاء عمرو فاستأذن،
فاذن له فسلم علیه ثم جلس علی الكرسی فقال له معاویة:
حاجتک؟ قال: فحمد الله وأثنی علیه ثم قال: لعمری لقد
اصبح یزید بن معاویة واسط الحسب فی قریش غنيا عن المال
غنيا إلا عن کل خیر، وانی سمعت رسول الله صلی الله علیه
وسلم یقول: ان الله لم یسترع عبدا رعية الا هو سائله عنها يوم
القیامة، کیف صنع فیها، وانی اذ کرک الله یا معاویة فیامة
محمد ﷺ بمن تستخلف علیها قال فاخذ معاویة ربوة ونفس
فی غداة قرحتی عرق، وجعل یمسح العرق عن وجهه ثلاثا ثم
افاق فحمد الله وأثنی علیه ثم قال اما بعد فأنک امرؤ لا صح،
قلت برأیک، بالغ ما بلغ، وانه لم یبق الا ابنی وابنائهم، وابنی
أحق من أبنائهم، حاجتک؟ قال مالی حاجة؟ قال ثم قال له
أخوه: إنما جئنا من المدينة تُضرب أكبادها من اجل کلمات؟

قال ما جنت الا للكلمات، قال فامر لهم بجوانزهم قال وخرج
لعمر ومثله.

(مسند ابویعلیٰ ص ۱۲۹۹ حدیث نمبر ۷۱۶۹ حدیث عمرو بن حزم مجمع الزوائد ج ۷
ص ۲۳۸ و ۲۳۹ بحوالہ ابویعلیٰ نقل کر کے فرماتے ہیں رجال رجال الصحیح)

جب ارادہ کیا معاویہ نے کہ خلیفہ بنائیں یزید کو تو مدینہ کے گورنر کو خط بھیجا کہ
میرے پاس جس کو جی چاہے بطور وفد بھیجو، راوی کہتے ہیں کہ ان کے پاس عمر
بن حزم انصاری گئے اور اجازت چاہی پس دربان آیا اجازت لینے کے لئے تو
حضرت معاویہ نے کہا: کس ضرورت سے آئے ہیں؟ دربان نے کہا: امیر
المؤمنین! طالب کرم بن کر آئے ہیں، حضرت معاویہ نے کہا: اگر تم سچے ہو تو وہ
جو چاہیں لکھ دیں اور تم ان کو جو مانگیں دے دو، اسے دیکھنا نہیں چاہتا ہوں،
راوی کہتا ہے: دربان ان کے پاس آیا اور کہا: آپ کی کیا حاجت ہے؟ آپ جو
چاہیں لکھ دیجئے: عمرو بن حزم نے کہا: سبحان اللہ! امیر المؤمنین کے دربار میں
آؤں اور ان سے روک دیا جاؤں، میں پسند کرتا ہوں کہ ان سے ملوں اور گفتگو
کروں تو حضرت معاویہ نے دربان سے کہا: ان سے وعدہ کر دو، فلاں فلاں
دن صبح کی نماز کے بعد وہ آجائیں، راوی کہتا ہے: حضرت معاویہ نے جب صبح
کی نماز پڑھ لی تو حکم دیا کہ اور ایک تخت لگایا جائے ان کے درمیان میں پھر
باقی لوگوں کو وہاں سے نکال دیا، ان کے پاس ایک کرسی عمرو بن حزم کے لئے
لگائی گئی تھی اور انہوں نے اجازت چاہی تو ان کو اجازت دی گئی، حضرت
معاویہ کو سلام کیا اور کرسی پر بیٹھ گئے تو حضرت معاویہ نے ان سے کہا: تمہاری
ضرورت کیا ہے؟ تو انہوں نے الحمد للہ کہا اور اللہ کی تعریف کی پھر عمرو بن حزم
نے کہا: میری جان کی قسم! یزید بن معاویہ خاندان کے اعتبار سے قریش کے
افضل قبیلہ سے ہیں، مال سے بے نیاز ہے، خیر کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے،

میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے کسی بندے کو کسی کا رعیت نہیں بنایا مگر اس کے بارے میں قیامت کے دن ضرور پوچھے گا، میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں محمد ﷺ کی امت کے بارے میں، تم کس کو خلیفہ بنا رہے ہو؟ اے معاویہ! راوی کہتا ہے، حضرت معاویہ نے ٹھنڈی صبح میں لباس سانس لیا یہاں تک کہ پسینے ہو گئے اور اپنے چہرہ سے تین بار پسینہ پوچھا تب جا کر اتفاقاً ہوا، تب اللہ کی تعریف کی، الحمد للہ کہا پھر اما بعد کہا اور فرمایا آپ ایک نصیحت کرنے والے آدمی ہیں، آپ نے اپنی رائے پیش کر دی، جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا، اب میرے اور ان کے لڑکوں کے سوا کوئی بچا نہیں ہے اور میرا لڑکا ان کے لڑکوں سے زیادہ حقدار ہے، اب آپ اپنی حاجت بتائیے، عمرو بن حزم نے کہا: ہماری کوئی حاجت نہیں ہے، راوی کہتا ہے پھر ان کے بھائی نے کہا: کیا ہم مدینے سے سفر کر کے چند کلمات کے لئے آئے تھے؟ راوی کہتا ہے پھر ان کو انعامات کا حکم دیا، راوی کہتا ہے: پھر عمرو بن حزم کے لئے بھی اتنا ہی انعام کا حکم دیا۔

(۱) الحسن بن عمر بن شفیق بن اسماء الجرمی: صدوق ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۳۹)

(۲) جعفر بن سلیمان الفسی: ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۸۰)

(۳) ہشام بن حسان: ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۵)

(۴) محمد بن سیرین امام وقتہ المتوفی ۱۱۰: ثقہ۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۳۹)

یہ روایت نہایت کھری اور مضبوط و صحیح سند والی ہے، حضرت عمرو بن حزمؓ نے حضرت معاویہ کی یزید کی ولیعہدی کے وقت غیر مبہم اور کھلے الفاظ میں مخالفت کی اور اس کی نااہلیت کو واضح کر دیا تھا، ”غیا الا عن کل خیر“ اور ”انی اذکرک اللہ یا معاویہ فی امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم بمن تستخلف علیہا“ (یعنی اے معاویہ تم کو نبی کی امت کے معاملہ میں خدا کو یاد دلاتا ہوں، تم امت پر کس کو خلیفہ بنانا چاہ رہے ہو؟) حضرت عمرو بن حزمؓ سے حضرت معاویہؓ نے اقرار بھی کر لیا، آپ یقیناً ایک خیر خواہ اور ناصح ہیں،

کتاب النسخۃ فیہ

آپ کی بات کسی غلط چیز پر مبنی نہیں ہے، مگر حضرت معاویہ اپنی اپنی رائے پر قائم رہے اور ان کی رائے میں یزید بالکل اہل اور خلافت کا حقدار تھا، دونوں صحابی رسول ہیں، اس لیے دونوں نے اپنی اپنی رائے اور اجتہاد پر عمل کیا، ہم جیسے لوگوں کو فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے؛ لیکن آئندہ پیش آنے والے حالات نے بتا دیا کہ کس کا اجتہاد صحیح تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کے مطابق یزید کو خلیفہ بنادیا اور حضرت عمرو بن حزم نے خود بھی یزید کی ولی عہدی تسلیم نہ کی، نہ اس کی خلافت کی بیعت کی؛ بلکہ ان کے صاحبزادہ محمد بن عمرو بن حزم جو صحابی تھے، وہ بھی اپنے والد کے طریقہ پر قائم رہے اور جب یزید کی بدعظمیٰ اور بدکرداری کھل کر سامنے آئی تو یزید کی بیعت توڑنے والوں کے ساتھ رہے، وہ یزید کے خلاف لڑتے ہوئے واقعہ کربہ میں شہید ہو گئے، اسی طرح ولی عہدی کی بیعت کے معاملہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مخالفت کی اور بخاری میں خود ان کا بیان موجود ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے صاحبزادے کے لئے جب ولیعہد پر ارشاد فرماتے ہیں مملوک خلافت کے زیادہ حقدار ہیں تو عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ ان کا جواب دوں کہ جنہوں نے آپ سے اور آپ کے والد سے اسلام کے لئے جنگ لڑی ہے وہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں؛ مگر فتنہ اور خون ریزی کے ڈر سے میں بول نہ سکا۔

(دیکھئے بخاری جلد ۲ ص ۵۹۹)

بلکہ بحکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مروان نے جب یزید کی ولیعہدی کی بیعت کا اعلان مدینہ میں کیا تو حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادہ جو خود بھی صحابی تھے، ان سے برداشت نہ ہو سکا اور بول اٹھے: یہ طریقہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت نہیں؛ بلکہ قیصر و کسری کا طریقہ ہے، ایک بادشاہ کے بعد وہ بیٹے کو بادشاہ بنادیا کرتے ہیں۔

بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۱۵ پر حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کا اعتراض کرنا موجود ہے اور حافظ ابن کثیر مصنف عبدالرزاق سے یہ الفاظ نقل فرماتے ہیں:

وقد قال عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن سعيد ابن

السبب — انه لما جاءتبيعة يزيد بن معاوية الى المدينة.
قال عبد الرحمن لمروان: جعلتموه الله — هرقلية
وكسروية، يعني جعلتم ملك الحلب لمن بعده من ولد.

(البدایہ والنہایہ ص ۸۸)

عبدالرزاق نے کہا: وہ معمر سے روایت کرتے ہیں اور وہ زہری سے اور زہری
سعید ابن مسیب سے جب یزید بن معاویہ کی بیعت کا معاملہ مدینہ میں آیا،
سعید بن مسیب بولے: عبدالرحمن بن ابی بکر نے مروان سے کہا: خدا کی قسم! تم
لوگوں نے حکومت کو ہرقل اور کسریٰ کی حکومت بنا دیا ہے کہ ملک کا بادشاہ اپنی
اولاد میں جس کو چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔

یہ روایت بھی نہایت مضبوط اور صحیح ہے، غرض اس وقت جب ولیعبدی کی بیعت حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کے لئے لے رہے تھے، حضرت انسؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت
حسینؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ حضرت سعید بن زیدؓ (جو عشرہ مبشرہ میں
سے تھے) حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سارے صحابہ جو بقید حیات تھے سب
نے حضرت معاویہؓ کی مخالفت کی تھی اور ان میں سے کوئی بھی یزید کی ولیعبدی کو بہ خوشی منظور
کرنے کو آمادہ نہ تھا؛ کیوں کہ یہ حضرات صحابہؓ نہ تو یزید کی شخصیت کو اکابر صحابہ کی موجودگی میں
خلافت کا اہل سمجھتے تھے، اور نہ ہی حضرت معاویہؓ کا یہ اقدام اسلام کے شوالی نظام کے
مناسب تھا، یہ اقدام جس زمانہ کی بات ہے، بہت سے تجربہ کار اور اکابر صحابہؓ کے ماحول
میں ”إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة“ کے قبیل سے تھا۔

یہ دوسری بات ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو اختیار کر لینا ایک خلاف اولیٰ
اقدام تھا اور صحابہ کی بڑی تعداد اس عمل کو غیر مناسب اور یزید کو نااہل سمجھ رہی تھی پھر بھی کسی
ناجائز اور حرام کا ارتکاب حضرت معاویہؓ کے اس اقدام سے لازم نہیں آتا تھا؛ لیکن اس
وقت کے ماحول میں یزید خلافت کا اہل اور قابل امید وار بھی نہ تھا کہ اس کی تعریف کی

جائے بکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کام میں نہ جھڑکا تھی۔ مسئلہ یہ ہے
 جاننا کہ کثیر علیہ الرحمہ محدث ذہیر بن بکارت سے فرماتے ہیں۔

قال الزبير بن بكار حدثني ابراهيم بن محمد بن عبد الله بن
 الزهري عن ابيه عن جده قال بعث معاوية الى عبد الرحمن بن
 ابني بكر بمائة الف درهم بعد ان اتي طيعة يزيد بن معاوية
 فدعا عبد الرحمن واني ان ياخذنا وقال: ابيع فبي بئسي
 وخرج الى مكة فمات بها. (المذاهب والبيان ص ۲۵۰)

ذہیر ابن بکارت کہتے ہیں مجھ سے ابراہیم نے حدیث بیان کی کہ اس سے محمد بن عبد
 العزیز نے اور محمد سے ابراہیم کے والد عبد العزیز نے وہ کہتے ہیں۔ عبد الرحمن
 ابن ابی بکرؓ نے جب یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تو ان کو حضرت معاویہؓ نے
 ایک لاکھ درہم بھیجے، عبد الرحمن بن ابی بکرؓ نے اس کو واپس کر دیا اور بیعت سے
 انکار کر دیا اور کہا: میں اپنے دین کو دنیا کے عوض بیچوں گا؟ عبد الرحمن ابن ابی بکر
 مکہ چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

اس سند میں کوئی جان نہیں ہے، اس لئے اس کی ایک تاریخی روایت سے زیادہ کوئی
 حقیقت نہیں؛ لیکن عبد الرحمن بن ابی بکر کا یزید کی ولیعهدی سے انکار اور اس کی مخالفت سے
 صحیح ثابت ہے۔

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ولیعهدی کے لئے زور
 لگانا اور باؤ بنانا ثابت شدہ حقیقت ہے، فرماتے ہیں:

فلما أن فعل معاوية بعد وفاة السيد الحسن من العهد بالولاية
 الى ولده يزيد، تالم الحسين وحق له، وامتنع هو وابن ابني
 بكر وابن الزبير من المبايعه حتى قهرهم معاوية وأخذ منهم
 مكرهين، وغلبوا وعجزوا عن سلطان الوقت، فلما مات معاوية

تسلم الخلافة يزيد، وبايعه أكثر الناس ولم يبايع له ابن الزبير ولا الحسين، وانفوا من ذلك، ورام كل واحد منهما الأمر لنفسه وسارا في الليل من المدينة. (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۷۳)

سید حسن کے انتقال کے بعد حضرت معاویہ نے بھی ولیعہدی اپنے بیٹے یزید کو ہوٹ دی تو اس سے حضرت حسین کو تکلیف ہو گئی، اور انہیں اس کا حق تھا، اس لئے یزیدی کی ولیعہدی سے وہ اور عبدالرحمن بن ابی بکر بازر ہے حضرت معاویہ نے ان پر جبر کیا، تب وہ سلطان وقت کے غلبہ کی وجہ سے مجبور و عاجز ہو گئے، حضرت معاویہ نے قہر اجراء بیعت کی لیکن جب حضرت معاویہ انتقال کر گئے اور خلافت یزید کے لئے مسلم ہو گئی، تو حضرت ابن الزبیر نے بیعت نہیں کی اور نہ حضرت حسین نے اور دونوں رات کے وقت مدینہ سے اُکل گئے۔

زمانہ نبوت سے قرب اور اکابر صحابہ کی موجودگی میں یزید کی اہلیت: یزید کی خلافت کا مسئلہ اس لئے بھی سنگین بن گیا کہ زمانہ رسالت سے یہ وقت بالکل قریب تھا اور اکابر صحابہ کی ایک جماعت بقید حیات تھی، چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

ویزید ممن لا نسب ولا حجة..... والما عظم الخطب لكونه ولي بعد وفاة النبي ﷺ بتسع وأربعين سنة والعهد قريب والصحابة موجودون كاهن عمر الذي كان أولى بامر منه ومن أبيه وجده. (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۹)

یزید ان میں سے ہے کہ نہ اس کو ہم گالی گلوچ کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے محبت کرتے ہیں..... اور معاملہ سنگین اس لئے ہوا کہ یزید نے خلافت زمانہ رسالت سے صرف ۱۴۹ انچاس برس بعد سنبھالا زمانہ رسالت بھی قریب تھا اور صحابہ کرام بھی موجود تھے ان میں حضرت عبداللہ بن عمر جیسے بھی تھے جو یزید اور اس کے والد اور دادا سے بھی اس کام کے لئے زیادہ بہتر تھے۔

کتاب الخلفاء الراشدين

یعنی موجود صحابہؓ کے مقابلہ میں یزید ہرگز نہ تو اہل تھا اور نہ ہی مناسب؛ کیونکہ اس سے افضل اور اولیٰ افراد اس وقت خلافت کے لئے موجود تھے جن کے ہوتے ہوئے یزید قطعاً مناسب اور اہل نہ تھا، کیوں کہ اس کا کردار بھی بہت صاف ستھرا نہ تھا، مظلوک کردار کا آدمی تھا، اور میں نے معتبر صحیح اور بے داغ سندوں سے اس کا اندازہ کردار پہلے ہی ثابت کر دیا ہے؛ لیکن وہ سب اس کے دوران اقتدار سنبھالنے کے بعد کی بات ہے، ولیمہ دی کے زمانہ میں مظلوک کردار تاریخی روایت سے ثابت ہوتا ہے، چنانچہ اس مظلوک کردار کی وجہ سے اگر اس کو فاسق نہیں کہہ سکتے تو بالکل بے داغ کردار والا بھی نہیں تسلیم کر سکتے ہیں، تاریخی روایت کی وجہ سے اس کا کردار مظلوک ضرور ہو جاتا ہے، کیونکہ ہمارے پاس کچھ ایسی شہادتیں موجود ہیں جو مستند نہیں ہیں؛ مگر غیر معتبر راویوں کی وجہ سے مظلوک ہیں تو کردار بھی مظلوک ہی ثابت ہوگا۔

اس لئے مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ کافسق کے لئے وقت کا مطالبہ کرنا بالکل بے جا مطالبہ ہے اور درج ذیل سطور میں ان کی بے جاہیں:

”بہر حال محرم ۶۱ھ تک یزید کے فجور کی کوئی شکایت تاریخوں میں نہیں ملتی۔“

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۴۷)

اسی طرح یہ مطالبہ بھی بے جا ہے:

”مولانا ثانیان کو بتانا پڑے گا کہ پھر بیعت کے کتنے دنوں بعد وہ فاسق ہوا۔“

(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۴۷)

مولانا اعظمی کے نزدیک تو اتنی صدیوں کے گزر جانے کے بعد بھی یزید کافسق ثابت نہ ہو سکا تو وقت متعین کرنا بے نتیجہ ہی رہے گا، لیجئے غیر معتبر روایت سے وقت معلوم کر لیجئے عباسی صاحب اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ ۳۷۶ و ۳۷۷ پر الاغانی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

ولما حج فی خلافة ابيه جلس بالمدينة علی شراب، فاستاذن

عبد اللہ بن عباس والحسن بن علی قامر بشرابہ فرغ
 ولیلہ: ابن ابن عباس ان وجد ریح شرابک عرفہ فحجہ
 واذن للحسن، فلما دخل وجد رائحة الشراب مع الطيب،
 فقال لله در طیک هذا، ما اظہ، وما كنت احسب احدا
 يتخللنا فی صنعة الطيب؟ فما هذا يا ابن معاوية؟ فقال: يا ابا
 عبد اللہ! هذا طيب صنع لنا بالشام ثم دعا بقدرح فشربه ثم دعا
 بقدرح آخر فقال انی ابا عبد اللہ يا غلام! فقال الحسن:
 عليك شرابک ايها المرء! لا عين عليك مني فشرب.

(ص ۶۶ ق ۱۳ کتاب القلی خلافت معاویہ: ۶ ص ۶۶ ص ۶۶)

یزید نے جب اپنے والد کے زمانہ خلافت میں حج کیا تو مدینہ آ کر شراب نوشی کر
 رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت حسن بن علی نے آنے کی
 اجازت چاہی (یزید) نے شراب لانے کا حکم دیا پھر بنواویا کیے تو اس سے کہا
 کیا کہ (حضرت ابن عباس و اگر تمہاری شراب کی بنا آتی تو پہچان جائیں گے
 اس نے شراب کو چھپا دیا پھر حضرت حسن نے آنے کی اجازت چاہی وہب
 و اٹھ بھٹے تو انہیں خوشبو دار شراب کی خوشبو آئی تو انہوں نے (حسن) نے
 یزید سے کہا تمہاری یہ خوشبو کس آگے ہے؟ مجھے تو یہ گمان بھی نہ تھا خوشبو کی
 محنت میں کوئی ہمت سے جگے کمانے لگا تو ان معاویہ نے یہ کیا خوشبو سے
 (یزید) نے کہا اب ابو عبد اللہ یہ خوشبو سے شام میں نکلی جاتی ہے پھر
 انہوں نے ایک چال چکائی اور جو ایک اللہ یہ چال چکائی تب سے کہ انہو
 ابو عبد اللہ بن عباس نے حضرت حسن نے کہا کہ یہ شراب تم نے کس
 شخص سے لی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس شخص سے لی ہے جو کہ تمہاری جگہ
 انہوں نے فرمایا کہ اس شخص سے لی ہے جو کہ تمہاری جگہ ہے

کتاب الفتن

یزید کے لا ابالی پن پر حضرت معاویہ کی نصیحت:

یہ روایت بتاتی ہے کہ یزید کی شراب نوشی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں ہی شروع ہو چکی تھی، وہ بھلے واقف نہ ہوں لیکن حضرت حسینؑ کے علم میں یہ بات آچکی تھی، یزید کے سلسلہ میں طبرانی کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ یزید کی شراب نوشی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہو چکی تھی، جبکہ وہ بالکل نو عمر تھا اور نو عمروں کی طرح آزاد اور بے قید زندگی گزارتا تھا، حضرت معاویہؓ نے دیکھا تو نہ تھا لیکن کچھ ایسا محسوس کیا تو نصیحت ضرور کی اور سمجھایا، بھایا بھی تھا۔ گویا اس وقت اس کا فسق و فحور نہ سب کو معلوم تھا یہی اطلاع یہ کام کرتا تھا، فاسق تو تھا لیکن فاسق مجاہد نہ تھا، فاسق مجاہد تو حضرت حسینؑ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اور آزادانہ طور پر مد پر مد جو کچھ وہ کرتا تھا اب کھل کر اطلاع دے گئے لگا تھا اس لئے مدینہ سے شام جانے والے وفد نے بلا اختلاف اس کی شراب نوشی کی خبر دی اور بیعت توڑ کر بغاوت و خروج پر نکل گئے۔

اس موقع پر جو سب سے بڑی قلعی مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی علیہ الرحمۃ نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ یزید کی طرف سے صفائی چٹائی کرنے میں شہیدانہ علم کے سوا کچھ کچھ نہیں انہوں نے جیسے جیسے دیا ہے، لکھتے ہیں:

ہاں! یہ بالکل صحیح ہے کہ اس نے قاتلین حسینؑ کو کوئی سزا نہیں دی، نہ ان کو مال و امراہ کو معزول کیا جس سے یہ تدارک حرکت اور شہیدانہ شہریت نہ مہرزد ہوا! بلکہ نہایت یا تو یہ طعن ہے ان کو اس پر ملامت کہ یہ بھی حمایت نہیں، بے شک یہ حمایتی الزامات ہیں لیکن یہ بات بھی جہان میں کچھ چھپے ہوئے ہے کہ یزید اس وقت تک کوئی قاتل نہیں بنایا تھا، اسی طرح کوئی بھی اس میں متاثر نہ ہوا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یزید نے جس طرح اس کے ساتھ ملامت و محبت کو کسی طرح نہایت سے دینے کے لیے کیا تھا اس لئے اس سے یہ قاتل نہ ہو سکتا تھا۔

ہے۔ (تجرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۴۵)

عرض یہ ہے کہ یزید آپ کے خیال میں زندگی کے آخری دن تک فاسق مجاہر ہوا ہی نہ تھا تو آپ نے یہ کیوں لکھا یزید اس وقت تک فاسق مجاہر نہ تھا اسی طرح وہ فاسق مجاہر کس وقت ہو گیا تھا یہ بھی آپ بتا دیتے تاکہ آپ کا عقیدہ یزید کے متعلق معلوم ہو جاتا؟

مولانا اعظمیؒ اور بے جا جرأت مندانہ تحریر:

مولانا اعظمیؒ نے یہاں پر تو غضب ہیکر دیا کہ جس سوال کا جواب حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ ابن تیمیہؒ نہ دے سکے، آپ نے کتنی آسانی سے حل فرما دیا اور یزید جہاں آ کر بری طرح پھنس رہا تھا اور ابن کثیرؒ اور ابن تیمیہؒ جیسے لوگ جہاں آ کر خاموش ہو جاتے تھے، وہاں آپ نے یزید کو اس دلدل سے نکال دیا۔ دیکھئے یہ سوال ابن کثیرؒ اور ابن تیمیہؒ رحمہما اللہ نے بھی اٹھایا ہے، قتل حسینؑ میں اگر وہ بالکل بے قصور ہے، جو قصور وار تھا ان کو اس نے سزا کیوں نہیں دی؟ نہ عہدے سے ان لوگوں کو ہٹایا، نہ ہی عہدہ سے گرایا نہ کوئی قصاص یا بدلہ لیا؟ اس سے یزید کی قتل حسینؑ سے براءت مشکل ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

ولكن لم يعزله على ذالك ولا عاقبه ولا ارسل، يعيب عليه

ذالك والله اعلم. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۸۴)

لیکن اس پر اس کو معزول نہیں کیا نہ اس کو سزا دی نہ اس پر اس کو عیب لگایا۔

اور علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

لكنه هو لم يامر بقتله ولم يظهر الرضا به ولا انتصر من قتله.

(منہاج النہ ج ۴ ص ۹۷۹ تجرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۴۴)

(۱) مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہؒ ج ۳ ص ۴۱۱ پر لکھتے ہیں: لکنہ مع هذا لم يظهر منه انكار قتله

والانتصار به والاخذ بالنار الذي كان هو الواجب عليه ونار اهل الحق يلومونه على

تركه للواجب مضافاً إلى أمور أخرى.

لیکن اس نے اس کا حکم نہیں دیا نہ اس پر رضا ظاہر کی اور نہ اس کا بدلہ کا من سے لیا۔

اس سوال کو ابن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر دونوں نے اٹھایا ہے لیکن البدایہ والنہایہ کی تمام جلدوں کو پڑھ جائیے اور منہاج السنہ کی چاروں جلدوں کا بھی مطالعہ کر جائیے اور اس کا شخص المستی بھی پوری مکمل پڑھ جائیے، اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملے گا؛ کیونکہ جواب سے ان اکابر علماء کے زمانہ تک نقل تاریخ سے بھی کوئی کمزور سے کمزور نقل نہیں مل سکتی تھی، جواب دیتے تو کہاں سے دیتے؟ اور یہاں یزید کی طرف سے صفائی پیش کرنے والے بڑے سے بڑے علماء سب کے سب خاموش نظر آتے ہیں، البتہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے اس شکل کو بھی بڑی آسانی سے حل کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

”پھر اسی طرح کے واقعات قتل کو عام واقعات پر قیاس کرنا متعلق سے چشم پوشی ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ قتل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ قتل سے کہیں بڑھ کر تھا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اقرار تھا کہ وہ ظلماً شہید کئے گئے؛ مگر انہوں نے سر برائے خلافت ہونے کے بعد نہ قاتلین عثمان کو سزا دی، نہ اس کو اپنی جماعت سے الگ کیا؛ بلکہ سب سے پہلے جس شخص نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی وہ بلوایوں کا سرغنہ تھا اور وہ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا۔ (تبرہ بر شہید کر بلا یزید ص ۲۵)

اس جگہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے ایک غلط فہمی تو یہ پھیلانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ مظلوم کے شہید کرنے والے بلوایوں کے سردار اشتر نے سب سے پہلے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، حالانکہ یہ بات کہی تو گئی ہے مگر متفق علیہ نہیں؛ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے حضرت طلحہؓ ہیں، اشتر نہیں ہے۔

وكان أول من بايعه طلحة بدين الشلاء (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۰۰)

طلحہ بن عبد اللہ اول بیعت کرنے والے ہیں اپنے مثل ہاتھ سے۔

اور پہلے بھی لکھ چکے ہیں:

ان اول من بایعه طلحة بیده الیمنی و کانت ضلاء من احدہ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۹۹)

سب سے پہلے بیعت کرنے والے طلحہ ہیں اپنے ہاتھ سے جو جنگ احد میں مثل ہو گیا تھا۔

لیکن سب سے بڑی بات جو مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے کہہ ڈالی ہے اور وہ قیاس مع الفارق کے علاوہ حقائق سے بھی چشم پوشی ہے، وہ قتل حسینؑ کو قتل عثمانؓ پر قیاس کرنا ہے، حالاں کہ قتل عثمانؓ کا واقعہ حضرت علیؑ کے دور اقتدار یا زمانہ خلافت میں پیش ہی نہیں آیا تھا اور حضرت حسینؑ کی شہادت کا واقعہ یزیدؓ کی خلافت اور دور اقتدار میں پیش آیا تھا، اس لئے اس واقعہ کو شہادت عثمانؓ کے واقعہ پر قیاس کرنا کسی طرح درست نہیں ہے

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ کا اقتدار متحدہ طاقت کی صورت میں نمودار ہی کب ہوا؟ حضرت معاویہؓ نے آخر دم تک نہ خلیفہ برحق تسلیم کیا نہ طاقت کو متحد ہونے دیا، اس لئے حضرت علیؑ نے کبھی قصاص لینے یا قاتلین عثمانؓ سے بدلہ لینے سے انکار نہ کیا وہ تو ہمیشہ ہی کہتے رہے کہ اے معاویہؓ! آپ ہم کو خلیفہ برحق تسلیم کیجئے اور طاقت متحد بنائیے تو ہم قصاص کی کارروائی، غل میں لانے کے لائق ہوں گے، ایک طرف آپ ہم سے جنگ کر رہے ہیں ایسی حالت میں ہم دوسروں کو چھیڑ کر مزید بغاوت اور انتشار کا شکار ہو جائیں گے اور یہاں یزیدؓ کی طاقت متحد تھی، قتل حسینؑ کے بعد تو عراق مصر جازب متحد تھے، دو سال تک کہیں نہ کوئی بغاوت اٹھی نہ متحدہ قوت میں کوئی انتشار پیدا ہوا، جو علاقہ حضرت معاویہؓ کے دور میں متحد تھا وہ حضرت حسینؑ کی شہادت کے بعد تک متحد رہا اور سب کے سب یزیدؓ کی دور تک متحد رہے، اس لئے طاقت بھی متحد تھی، پھر بغاوت اور انتشار پھیلنے کا یہاں نہ اور وہم تو کیا جاسکتا ہے! لیکن اس کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں، دو سال بعد ۶۳ھ میں مکہ مرتبہ اہل

کے خاندان کے تعلق سے ہیں

مدینہ نے بغاوت کی ہے، اب احمد قوت میں انتشار پیدا ہوا ہے، اس حالت کو حضرت علی کی حالت پر قیاس کرنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے۔

اس لئے مولانا اعظمی نے یزید کی صفائی میں وہ کمال کر دکھایا ہے جو امن کشیدہ لوگوں میں سے بھی نہ ہوا۔ حالانکہ شیعوں کا رد جو ان بزرگوں نے کیا ہے وہ مولانا اعظمی کے حصہ میں نہیں آیا ہے، اس لئے بلا خوف و تردید کہتا ہوں کہ مولانا اعظمی کی یزید کی حمایت اور اس کی براءت کا کچھ زیادہ ہی جذبہ پایا جاتا ہے، جو اہل سنت کے موقف سے کسی طرح میل نہیں کھاتا ہے اور جو جذبہ صحابہ کو مطعون کئے بغیر درست ہو ہی نہیں سکتا۔

مدینہ منورہ کے صحابہؓ و تابعینؓ کو قتل کرنے، اور حرمت مدینہ کو پامال کرنے کی طاقت یزید کے پاس تھی؛ لیکن انتقام حسینؑ کی نہ طاقت تھی، نہ قوت، بلکہ بغاوت و انتشار کے پھیلنے کا ڈر اور خوف اس کو کھائے جا رہا تھا، یہ بات کسی طرح تسلیم کرنے کے لائق نہیں ہے، یہ بات مولانا اعظمی ہی کی عقل تسلیم کر سکتی ہے اور بس۔

اور واقعہ حرہ میں شہید ہونے والے صحابہؓ کا موقف یزید کو قانع مانے بغیر درست نہیں ہو سکتا ہے (۱) اس لئے صحابہ کرام کے احترام و عقیدت کے تحت یزید کا معاملہ آتا ہے جس کا مبرا تعلق اہل سنت کے عقیدہ سے ہے، اس لئے علم کلام میں اس بحث کو لایا گیا ہے صرف متکلمین اسلام کی ذاتی تحقیق سے مسئلہ کا کوئی تعلق نہیں ہے، جیسا کہ مولانا اعظمی باور کراہا چاہتے ہیں، بتائیں درج ذیل سطریں صرف سخن سازی ہی ہو سکتی ہیں:

”ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہر وہ بات جس کو جامعین عقائد یا شارحین کتب عقائد میں سے کوئی سلف کا حوالہ دیئے بغیر عقائد کی کتابوں میں اپنی رائے کے طور پر لکھ دے اس کو عقیدے کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔“

(تہجد شہید کردہ جلد ۱ ص ۱۳)

اس پر صرف اتنا عرض ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے حوالے سے، اہل سنت والجماعت کے جو عقائد، امام طحاویؒ نے اپنی کتاب ”المعتمد“

الطحاویہ کے نام سے لکھی ہے، اس کی عبارت ہے:

ولا نرى الخروج على امتنا وولاة أمورنا وإن جارو.
نہ ہم اپنے ائمہ پر خروج کرتے ہیں نہ اپنے والیوں پر خروج کرتے ہیں اگرچہ
وہ ہم پر ظلم کریں۔

اور اس مسئلہ کے تحت فاسق حکمرانوں کی بحث تفصیل کے ساتھ جن جن عقائد کی کتابوں میں
لکھی گئی ہے، وہاں یزید اور اس کے خلاف اہل حرہ کا نام لیکر یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے، جس کو
مصنفین کتب کی ذاتی تحقیق کہنا بالکل غلط ہے، اصول عقائد میں یہ مسئلہ نہیں ہے، لیکن
فروع عقائد میں داخل ہے، مولانا حبیب الرحمن صاحب کا اس کو عقائد سے خارج کرنا کسی
طرح درست نہیں ہے ورنہ پھر صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا کوئی موقف
نہ ہوگا جس کا جی چاہے گا جس صحابی کو جھوٹا بنادے گا جیسا کہ متعدد صحابہ کرام مثل عبد اللہ بن
مطیع اور معقل بن سنان ابو عمرو بن حفص محمد بن ابی جہم حضرت مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہم
وغیرہم کو مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے دانت یا نادانتہ جھوٹا اور غلط کار اور فتنہ باز
بنا ڈالا ہے اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کے لئے الفصل فی الاہواء والہلل والنحل ج ۴ صفحہ ۱۷۵
اور علامہ حسن علی کی صحیح شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۲۱۰ اور دیگر کتب عقائد دیکھیں۔

خلاصہ کلام:

میں نے اختصار کی وجہ سے بہت سے مباحث کو سرے سے ہاتھ ہی نہیں لگایا ہے اور
کچھ مسائل اس لئے بھی چھوڑ دیئے کہ ان کی اچھی خاصی بحث پہلے بعض کتابوں میں کر دی
(۱) علامہ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ قتال فتنہ و جنگ حرہ پر بحث کے دوران لکھتے ہیں: وکان الفاضل
المسلمین بنہون عن الخروج والقتال فی الفتنہ کما کان عبد اللہ ابن عمرو سعید
بن المسیب وعلی ابن الحسین وغیرہم بنہون عن الخروج علی یزید..... ولہذا
استقر امر اہل السنۃ علی ترک القتال فی الفتنہ..... وصاروا یذکرون ہذا فی
عقائدہم ویأمرون بالصبر علی جور الأئمۃ وترک قتالہم وان کان قد قال فی الفتنہ
خلق کثیر من اہل العلم والدين. (منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۲۳۱)

گئی ہے مثلاً حدیث قسطنطنیہ کی بحث مفتی سید مہدی حسن صاحب سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے ”حقیقت یزید“ نامی اپنے کتابچہ اور مولانا سید لعل شاہ بخاری نے تفصیل سے گفتگو فرمادی ہے، اس کو پڑھنے کے بعد کوئی اشکال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور اگر کچھ شبہات ہوتے بھی ہیں تو ان کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

البتہ فسق یزید پر میں نے گفتگو کو محدود رکھنے کی کوشش کی ہے اور اس میں لعن یزید کا مسئلہ میں نے الگ کر دیا ہے، وہ بھی میرے موضوع سے خارج ہے، فسق یزید اور لعن قاسق دو الگ الگ مسئلے ہیں، میرا موقف لعن یزید میں عدم جواز ہے؛ لیکن اس سے فسق یزید کا عدم ثبوت نہیں ہوتا، البتہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی دونوں مسئلہ کو ایک سمجھتے ہیں، اس لئے انہوں نے لکھ مارا ہے:

”اور جواز لعن کو اس عبارت میں ابن حجر مکی نے صراحۃً مختلف فیہ بتایا ہے، لہذا مہتمم صاحب کے اصول سے فسق یزید کا مختلف فیہ ہونا خود ابن حجر ہی کی عبارت سے ثابت ہو گیا۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۸۱ و ۸۲)

غور فرمائیے اگر کہا جائے کہ لعنت حجاج بن یوسف اور مختار ثقفی یا کسی متعین فرد پر جائز نہیں تو اس سے ان لوگوں کا فسق بھی مختلف فیہ ہو جائے گا یا فسق اپنی جگہ متفق علیہ رہے گا، مولانا اعظمی کی فہم کو ہم جیسے کم علم سمجھنے سے قاصر ہیں۔

حضرت حسینؑ کے قتل کے جرم سے مولانا اعظمی نے قتل عثمانؓ پر قیاس کر کے یزید کو غیر مجرم اور بالکل بری کرنا چاہا ہے، اس کے لئے اپنی خود ساختہ عقل کا استعمال فرمایا اور خالص یزید کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔

اب مدینہ اور اہل مدینہ کی بے حرمتی لوٹ مار اور غارتگری کو مبالغہ اور تاریخ کا مبالغہ بتائیں تو اخیر میں حدیثی سند سے ایک روایت پڑھ لیں تاکہ یزیدی لشکر نے مدینہ کا جو حال بنادیا تھا، اس کا منظر کچھ سامنے آجائے، محدث داری اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں اور روایت مشہور درسی کتاب مشکوٰۃ کی کتاب الفتن باب الکرامات میں بھی موجود ہے، آسانی

سے دیکھ سکتے ہیں:

وعن سعيد بن عبد العزيز قال لما كان ايام الحرية لم يؤذن في
مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا ولم یقم ولم یرح سعيد
بن المسيب المسجد وكان لا يعرف وقت الصلاة الا بمسبمة
یسمعون من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم. رواه الدارمی.

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳۵)

سعيد ابن عبد العزيز سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: جب حرہ کے دن آئے، تین
دن مسجد نبوی میں نہ اذان دی گئی اور نہ اقامت کہی گئی اور سعيد بن مسیب نے
مسجد نبوی نہیں چھوڑی اور وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ایسی دھیمی آواز
سے جو قبر نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے سنتے تھے۔

یزیدی فوج کا قبر مدینہ منورہ پر:

تین دن تک یزیدی فوج نے لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا اس طرح مدینہ منورہ
میں بازار گرم رکھا کہ مسجد نبوی میں نہ جماعت ہو سکی نہ اذان و اقامت ہو پائی حتیٰ کہ قبر اطہر
سے ہلکی آواز حضرت سعيد بن المسيب نے سنی، محدث بیہقی کی دلائل النبوة میں ہی روایت
موجود ہے، جس میں تصریح ہے کہ یہ ہلکی آواز جو سنی گئی تھی وہ قبر اطہر سے اذان کی ہی آواز
آ رہی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ یزیدی فوج کی حرکتوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی
بے چین و پریشان تھے، مولانا محمد ادریس کاندھلوی علیہ الرحمہ علامہ طیبی کے حوالہ سے مشکوٰۃ
کی شرح التعلیق الصبح میں لکھتے ہیں:

قال الطیبی هو یوم مشہور فی الاسلام ایام یزید بن معاویہ لما
نهب المدینة عسکر اهل الشام، ندبہم قتال اهل المدینة من
الصحابہ والتابعین وامر علیہم مسلم بن عقبہ المری فی ذی
الحجة ۶۳ ثلاث وستین. (التعلیق الصبح ج ۷ ص ۲۱۹)

علامہ طبری فرماتے ہیں اسلام میں ایک مشہور واقعہ ہے جو یزید بن معاویہ کے زمانہ میں پیش آیا جب شام کی ایک فوج نے مدینہ کو لوٹا تھا اور مدینہ کے صحابہ و تابعین کے ساتھ جنگ کا ماحول بنایا گیا تھا، اس فوج کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ مری کو بنایا گیا تھا اور ذی الحجہ ۶۳ھ کو قتال واقع ہوا۔

یہ واقعہ اسلامی تاریخ کا مشہور و متواتر واقعہ ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکا، اس کا شکار وہ صحابہ و تابعین ہوئے جنہوں نے یزید کی بیعت توڑی اور اس کے خلاف خروج کیا کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ یزید فاسق ہو چکا ہے شراب پیتا ہے تو جب واقعہ مشہور و متواتر ہے تو صحابہ و تابعین کا بغاوت کرنا اور یزید کا شراب پینا یہ بھی مشہور و متواتر ہی ہوا، کیوں کہ اس کے بغیر صحابہ و تابعین کی بیعت توڑنا اور قتل و قتال کا واقعہ ہونا درست ثابت ہو ہی نہیں سکتا ہے، یہ فوج جو یزید نے بھیجی تھی اس کا کمانڈر مسلم بن عقبہ مری تھا اور اس کو یزید نے تین دن تک مدینہ کو لوٹنے اور قتل و غارت گری کا حکم دے رکھا تھا اور مسلم بن عقبہ یزید کی بیعت بھی ان الفاظ میں لیتا تھا، اس کی بھی سنئے۔

حدثني الزبير قال قال عمي مصعب بن عبد الله كان مسرف بن عقبة بعد ما وقع باهل المدينة يوم الحرة في إمرة يزيد بن معاوية ونهبها ثلاثا أتى بقوم من اهل المدينة فكان اول من قدم اليه محمد بن ابي جهيم فقال له: بايع امير المؤمنين يزيد على انك عبد قن ان شاء اعتقك وان شاء ارقك؟ قال: أعوذ بالله، ولكني أبايعه على اني ابن عم كريم خور فقال اضربوا عنقه. (تہذیب قریش و اخبار ہاج ۲ ص ۴۷)

زبیر بن بکار نے بیان کیا کہ میرے چچا مصعب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مسرف بن عقبہ نے یزید بن معاویہ کی حکومت میں واقعہ حروہ کے دن مدینہ والوں کے ساتھ جو کرنا تھا کیا اور تین دن مدینہ کو لوٹا رہا تو اس کے پاس مدینہ کے کچھ

لوگ لائے مجھے تو سب سے پہلے محمد بن عبدالمطلب کے مجھے تو اس سے سرف
 میں عتبہ نے کہا تم امیر المؤمنین یزید کی بیعت اس بات پر کرتے ہو کہ تم غلام
 اور در خریدہ بندے ہو اور وہ چاہیں تو تم کو آزاد کرویں اور چاہیں تو غلام بنا کر
 رکھیں؟ تو محمد بن ابی الجهم نے کہا میں بیعت اس بات پر کروں گا کہ میں آزاد اور
 شریف چچا کا بیٹا ہوں تو سرف میں عتبہ نے کہا اس کی گردن مار دو۔ (پھر
 قتل کر دیئے گئے)۔

یہ بھی سن لیجئے کہ یہ یزیدی کماندر مسلم بن عتبہ مری اہل مدینہ کے ساتھ جو کچھ کر رہا تھا
 اس کو اپنی زندگی کا بڑا کارنامہ اور بڑی عبادت سمجھ کر کر رہا تھا، چنانچہ جب مرنے لگا تو اس
 نے بقول حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ یہ دعا مانگی تھی۔

اللہم انی لم اعمل عملاً قط. بعد شهادة ان لا اله الا الله وان
 محمداً رسول الله احب الی من قتل اهل المدينة واجزى
 عندي في الآخرة وان دخلت النار بعد ذلك انی لشقی ثم مات
 قبضه الله ودفن بالمشلل. (البدایہ النہایہ ج ۸ ص ۳۱۷ و ۳۱۸)
 اے اللہ میں نے کبھی کوئی عمل مکمل شہادت کے بعد اہل مدینہ کے قتل سے زیادہ
 محبوب عمل نہیں کیا ہے، اب اگر اس کے بعد جہنم میں ڈالا جاؤں تو میں بہت شقی
 اور بد نصیب ہوں اس کے بعد انتقال کر گیا۔ خدا اس کا برا کرے۔ اور مقام
 مشلل میں دفن کیا گیا۔

یزید کے فاسق نہ ہونے پر مولانا اعظمیؒ کی دلیل:

یزید کی صفائی اور اس کی تعریف کے لئے مولانا اعظمیؒ فرماتے ہیں:

”اور اس سے بڑھ کر کہ مجتہد مطلق خلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز
 یزید کے حق میں دعائے رحمت کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ابراہیم بن ابی عبد (ابن ابی علیہ) کا قول نقل کیا ہے کہ:

کتاب التوحید

سعدت عمر بن عبد العزیز بن محمد بن علی بن یزید بن معاویہ

(اس نے عمر بن عبد العزیز بن یزید کے حق میں دعائے رحمت کہتے خود مانا)

لا تعجلوا شہید گرامی

عرض یہ ہے کہ اس روایت کو حافظ ابن حجر نے کہاں سے نقل کیا، کسی کتاب کا حوالہ دیا نہیں کہ اس کی سند دیکھی جاکے کہ کیسی ہے، لیکن حجر محمد بن ابی ایوب انتہی علیہ السلام کے شاگردوں میں سے ہیں، مستند نقل نہیں نہ کتاب کا حوالہ دیا، پھر اس پر کسی مسند کی بنیاد کیوں کر رکھی جاسکتی ہے؟ اور اگر صحیح بھی تسلیم کر لیں تو اس عمل سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ عمر بن عبد العزیز بن یزید کو مسلمان سمجھتے تھے، اس سے اس کا عادل تقدیر ہونا کسی طرح بدعت نہیں ہو سکتا، یزید کی خوار جنازہ تو پڑھی ہی گئی تھی، اس میں بھی دعائے رحمت کی گئی، آج کے گزشتہ زمانہ میں کسی قاسق کو اسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ کہہ دیا جاتا ہے کیا رحمت اللہ کریمہ موت کہہ دیا گیا تو اس سے ثابت ہو جائے گا کہ جس کو رحمت اللہ علیہ کہا گیا وہ قاسق نہیں ہے؟ ہمارے آج کل کے عرف میں سارے مرد و مسلمان کو رحمت اللہ علیہ یا رحمہ اللہ نہیں کہتے بلکہ صالح و فاجر متقی و پرہیزگار کو کہا جاتا ہے، کسی قاسق یا گنہگار کو عرف میں رحمت اللہ علیہ یا رحمہ اللہ نہیں کہتے ہیں لیکن کیا ضروری ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا بھی یہی عرف ہو؟ اس لئے صرف اس عمل سے یزید کے قاسق نہ ہونے پر استدلال کرنا دلیل نہیں بن سکتا۔

اس لئے حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے اس روایت کو کسی چیز کے لئے دلیل نہیں بتایا ہے مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی کی دوسری کارروائی ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں:

(۱) ممکن ہے حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے اس حدیث پر قیاس کیا ہو، عن ایسی ہریرہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی بوجل قد شرب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اضربوه قال: فمنا الضارب بیدہ ومنا الضارب بعلہ والضارب بثوبہ فلما انصرف قال بعض القوم اخزاک اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولوا هكذا، لا تعینوا علیہ الشیطان ولكن قولوا رحمک اللہ. (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹-۳۰۰)

”حیرت ہے کہ یزید کے باب میں غلو کرنے والے لوگ عمر بن عبدالعزیز کے اس اثر کو اچھالتے پھرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو صرف اس بنا پر جس کوڑے مارے کہ اس نے یزید کو امیر المؤمنین کہہ دیا تھا اور اسی اثر کے ساتھ ساتھ لسان الہمز ان میں یہ مذکور ہے کہ عمر بن عبدالعزیز یزید کے لئے دعائے رحمت کرتے تھے تو اس کا کوئی نام بھی لینا گوارا نہیں کرتا؛ حالانکہ کوڑے مارنے کی روایت بہت محل نظر اور محتاج تحقیق ہے اس لئے کہ ابن کثیر نے ابراہیم بن میسرہ کا قول نقل کیا ہے۔

ما رايت عمر بن عبد العزيز ضرب انسانا قط الا انسانا شتم معاوية فانه ضرب اسواطا. ۱۳۹/۸

یعنی میں نے عمر بن عبدالعزیز کو کبھی بھی کسی انسان کو مارتے نہیں دیکھا بجز اس کے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ کے حق میں بد گوئی کی تھی تو عمر بن عبدالعزیز اس کو چند کوڑے مارے تھے۔

یہ روایت اس روایت کو بالکل مشکوک بنا دیتی ہے جس میں یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر کوڑے مارنے کا ذکر ہے، اس لئے کہ دوسری روایت میں ایک دفعہ کے سوا کوڑے مارنے کی قطعاً نفی کی گئی ہے۔ (تبرہ بر شہید کربلا و یزید ص ۹۲)

حالانکہ شک و تردد کسی طرح درست نہیں ہے، نہ اس کی کوئی وجہ ہے؛ غور کرنے سے دونوں باتیں سمجھ میں آ جاتی ہیں، ابراہیم بن میسرہ فرماتے ہیں: میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو ایک مرتبہ کے سوا کبھی کوڑے مارے، اس لئے ان کے نہ دیکھنے سے لازم نہیں آتا کہ کسی کو کبھی مارا بھی نہ ہو، بہت ممکن ہے کہ کوڑے کسی کو مارے ہوں؛ لیکن ان کو معلوم نہ ہوں اور انہوں نے نہ دیکھا ہو؟ کیا ضروری ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز نے کسی کو کوڑے لگائے ہوں ابراہیم بن میسرہ وہاں موجود ہوں اور انہوں نے ہر مرتبہ دیکھا ہو؟ بہت مرتبہ ایک کام کوئی دیکھتا ہے اور دوسرا کرتے ہوئے اس کام کو نہیں دیکھتا، ہر ایک اپنے

مذکورہ بالا روایت کے مطابق

مذکورہ روایت کے مطابق روایت کرتا ہے، حدیثوں میں اس کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں، مثلاً یہ کڑے مارنے اور کسی کے مارتے نہ دیکھنے میں نہ کوئی تضاد ہے نہ کوئی اختلاف؛ بلکہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتی ہیں، اس لئے نہ کسی کو شک کی گنجائش ہے اور نہ کوئی زرد کی بات ہے۔

حافظ ابن حجر کی علیہ الرحمہ دونوں باتوں (حضرت معاویہ کی شان میں گستاخی پر پٹائی اور یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر پٹائی) کو جمع کرتے ہوئے حدیث تسلیم کرتے ہیں فرماتے ہیں:

وعمر بن عبد العزیز بان رجلا نال من معاویة بحضرة فضر به للاح
اصواط مع ضربه لمن سمي ابنه یزید "امیر المؤمنین" عشرين سوطا
كما سبانی، لتكمل فرقان ما بينهما. (الصواعق الموقدة ص ۳۸)

اور عمر بن عبد العزیز کے سامنے حضرت معاویہ کو ایک شخص نے برا بھلا کہا تو اس کو آپ نے تین کوڑے مارے اور جس نے حضرت معاویہ کے لڑکے یزید کو امیر المؤمنین کہہ دیا تو آپ نے بیس کوڑے مارے دونوں باتیں درست ہیں اب غور کرو کہ حضرت معاویہ اور یزید دونوں میں کتنا فرق ہے۔

یعنی ابن حجر کی کے نزدیک دونوں باتوں میں نہ کوئی اختلاف ہے نہ کوئی تضاد ہے بلکہ یہ دونوں روایتیں حضرت عمر بن عبد العزیز کے خیال میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کے درمیان فرق پر دلالت کرتی ہے۔

لیکن مولانا حبیب الرحمن اعظمی کے نزدیک دونوں روایتوں کا صحیح ہونا درست نہیں دونوں ایک دوسرے کو مشکوک بناتی ہیں اور آپس میں تضاد و اختلاف پیدا کرتی ہے۔
واقعہ حرہ ناقابل انکار اور حدیث میں اس کی پیشین گوئی:

واقعہ حرہ بقول علامہ طیبی و ملا علی قاری و مولانا اداریس کاندھلوی مشہور و معروف ہے اور غور سے پڑھئے تو اس کی پیشین گوئی احادیث مبارکہ میں کر دی گئی تھی، تمام صحابہ کو بھلے ہی اس کا علم نہ تھا لیکن کچھ لوگ اس سے واقف ضرور تھے، بخاری میں ہے:

سمعت اسامة رضي الله عنه قال: اشرف النبي صلى الله عليه وسلم علي أطعم من أطام المدينة فقال هل ترون ما أرى؟ إلى أرى مواقع اللبن خلال بيوتكم كمواقع القطر.

(بخاری جلد اول ص ۲۵۲) کتاب فضائل المدینہ باب أطام المدینہ۔

میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ کی طرف دیکھا اور کہا: جو میں دیکھ رہا ہوں کیا تم دیکھ رہے ہو؟ میں تو تمہارے گھروں میں فتنہ کو بارش کے قطرہوں کی طرح کرتے دیکھ رہا ہوں۔

اس حدیث کی شرح میں ابن جریر عسقلانی نے قتل عثمان غنی کے ساتھ واقعہ حرہ کو بھی اس پیشین گوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

وهذا من علامات النبوة لأخباره بما سيكون وقد ظهر مصداق ذلك من قتل عثمان وهلم جرا ولا سيما يوم الحرة.

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۷)

یہ نبوت کی نشانیوں سے ہے کیوں کہ جو آنے والے زمانہ میں ہونے والا تھا اس کی خبر ہے اور ایسا ہی ظاہر بھی ہوا اس کا مصداق حضرت عثمان غنی کا قتل ہے اور اسی طرح ہوتا رہا اور اس کا خاص مصداق حرہ کا واقعہ ہے۔

اور علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ بعینہ یہی الفاظ لکھ رہے ہیں:

وهذا من علامات النبوة لأخباره بما سيكون وقد ظهر مصداق ذلك من قتل عثمان رضي الله تعالى عنه وهلم جرا ولا سيما يوم

الحرة. (عمدة القاری ج ۱۰ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یہ حدیث نبوت کی علامات میں سے ہے: کیونکہ اس میں آئندہ آنے والے حادثہ کی خبر ہے اس کا مصداق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اسی

کتاب الفہم فی التفسیر

طرح کا سلسلہ جاری رہا، خاص اس کا مصداق واقعہ حرمہ ہے۔
اور آپؐ کی مرسل روایت میں آیا ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج فی سفر من اسفاره فلما
مر بحرة زهرة وقف فاسترجع لساء ذلك من معه، فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اما ان ذالك ليس من سفرکم
هذا، قالوا ما هو يا رسول اللہ! قال يفتل بهذه الحرة خیار امی
بعد اصحابی. (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۴۷، البدایہ النہایہ ج ۶ ص ۲۳۷)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسفار میں سے کسی سفر پر (مدینہ سے) نکلے
حرمہ زہرہ (حرمہ راقم) سے گزرے تو ٹھہر کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا آپ
کے ساتھ جو لوگ تھے ان کو یہ کوئی غم کی بات لگی، اس پر حضورؐ نے فرمایا:
تمہارے اس سفر پر انا للہ وانا الیہ راجعون نہیں کہا تب لوگوں نے کہا یا رسول اللہ
پھر کیا معاملہ ہے؟ تب آپؐ نے فرمایا: اس حرمہ میں میری امت کے صحابہ کے
بعد بہترین افراد قتل کئے جائیں گے۔

امام بیہقی اور حافظ ابن کثیر علیہما الرحمہ دونوں اس حدیث کو مرسل قرار دیتے ہیں؛ لیکن
حضرت ابن عباس کی ایک دوسری روایت جو آگے آرہی ہے، اس سے امام بیہقی تائید کر
رہے ہیں، فرماتے ہیں:

هذا مرسل وقد روى عن ابن عباس في تاويل آية من كتاب الله
عز وجل ما يوكدہ. (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۴۷)

یہ روایت مرسل ہے لیکن کتاب اللہ کی ایک آیت کی تفسیر میں حضرت ابن
عباس سے جو منقول ہے، وہ اس کی تائید کرتی ہے۔

اور حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے واقعہ حرمہ کی پیشین گوئی اس کو قرار دیا، چنانچہ ابن کثیر
نے اس روایت پر عنوان قائم کیا ہے۔

ذکر الاخبار عن وقعة الحرة التي كانت في زمن يزيد ايضاً.

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۷)

واقعہ حرہ کے خبر دینے کا ذکر جو یزید ہی کے زمانہ میں پیش آیا ہے۔

پھر اس واقعہ کو انہوں نے محدث یعقوب بن سفیان کے حوالہ سے نقل کر کے فرمایا

ہے: هذا مرسل

اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ کی روایت بھی بحوالہ یعقوب بن سفیان نقل کی ہے اور امام بیہقی نے اپنی ہی سند سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے وہ روایت یہ ہے:

عن ابن عباس قال جاء تاويل هذه الآية على رأس ستين سنة (ولو

دخلت عليهم من اقطارها ثم شلوا الفتنة لا توها. (الاحزاب ۱۴)

قال: لا عطوها يعني ادخال بني حارثة اهل الشام على اهل

المدينة. (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۷، دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۴۱۷)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کی ساٹھ سال کے بعد تفسیر ہوئی کہ

(اگر ان پر مدینہ کے اطراف سے داخل ہوا جائے اور پھر فتنہ کا سوال کیا جائے تو وہ

اس پر آجائیں گے یعنی بنی حارثہ کے فتنہ پر اہل شام کو داخل کر دیں گے۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وهذا إسناد صحيح إلى ابن عباس وتفسير الصحابي في حكم

المرفوع عند كثير من علماء. (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۷)

”ابن عباسؓ تک اس کی سند صحیح ہے اور صحابی کی تفسیر بہت سے علماء کے نزدیک

مرفوع کے درجہ میں ہوتی ہے۔“

اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور اکثر علماء کے قول پر اگر اس

روایت کو مرفوع مانا جائے پھر تو سن ساٹھ ہجری کی تعیین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

ثابت ہوتی ہے، گو سن ساٹھ ہجری کا تعیین حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرات

کتابخانه کتب خانہ کربلا

ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیثوں سے (جو مرفوع کے درجہ میں ہیں) ہوتا ہے اس لئے ۶۰ھ کے لئے صرف حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک ہی حدیث نہیں! دوسری حدیثیں حضرت سعید خدریؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی موجود ہیں، اور حضرت ابن عباسؓ کی تو اس کے علاوہ بھی ایک حدیث موجود ہے۔

سر مبارک شام لے جایا گیا یا نہیں؟

اسی نام سے مولانا حبیب الرحمن اعظمی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب تبصرہ بر شہید کربلا یزید کے صفحہ ۷ پر ایک عنوان قائم فرمایا ہے، اور اس کے تحت رقم طراز ہیں:

”نیز علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ شہید کربلا کا سر مبارک شام لے جایا گیا یا نہیں، چنانچہ اس کو مہتمم صاحب (حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب) نے بھی تسلیم کیا ہے؛ مگر اس کے بعد جو بات انہوں نے لکھی ہے وہ ان کے علم و فضل کے بالکل متافی ہے یعنی یہ کہ ابن کثیر نے لے جانے کو ترجیح دی ہے حالانکہ یہ ابن کثیر پر صریح انفرادی ہے، ابن کثیر نے اس کو اشہر (مشہورتر) ضرور کہا ہے دیکھو ۸/۲۰۳ اور اگر ۸/۱۹۲ کی عبارت میں تحریف نہیں ہوئی تو اظہر بھی کہا ہے؛ لیکن ہر چند کہ زیادہ مشہور اور زیادہ ظاہر ان کے نزدیک ہی ہے پھر بھی یہ صحیح نہیں ہے؛ بلکہ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سر مبارک شام نہیں لے جایا گیا، چنانچہ وہ خود صراحت لکھتے ہیں:

والصحيح انه لم يبعث برأس الحجة بن الى الشام. (۸/۱۹۵)

یعنی صحیح یہ ہے کہ حضرت حسینؑ کا سر شام نہیں بھیجا گیا۔

اور اس بات کو حافظ ابن تیمیہ نے بھی لکھا ہے اور اس کے خلاف کو باطل قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی اوپر گزرا۔ (تبصرہ بر شہید کربلا یزید ص ۷۱ و ۷۲)

جس بات کو مولانا حبیب الرحمن اعظمی اور حافظ ابن تیمیہ نے صحیح قرار دیا ہے، وہ خود باطل اور غلط ہے، صحیح اور ثابت شدہ حقیقت یہ ہے کہ سر مبارک شام بھیجا گیا تھا، لیکن کثیر اور ابن حجر عسقلانی دونوں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔

”علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۷۹ میں لکھتے ہیں:

وراس الحسین حمل إلى قدام ابن زياد وهو الذي ضربه
بالقضيب على ثيابه وهو الذي ثبت في الصحيح، وأما حمله إلى
يزيد بن معاوية فباطل وأسناده منقطع“ (تجرہ بر شہید کربلا دیزید ص ۷۹)

یعنی حضرت حسینؑ کا سر ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا اور اسی نے آپ کے
دانتوں کو ساتھ چھڑی سے گستاخی کی یہی بات صحیح بخاری سے ثابت ہے اور یزید
کے پاس سر مبارک لے جانے کی روایت باطل ہے اس کی اسناد منقطع ہے۔

یہاں پر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جس روایت کو ابن تیمیہ باطل اور جس کی اسناد کو وہ
منقطع قرار دے رہے ہیں، نہ اس کی سند ذکر فرما رہے ہیں اور نہ وہ روایت، نہ ہی وہ یہ بتا
رہے ہیں کہ اس کی اسناد میں کن دورادویوں کے درمیان انقطاع ہے ایسے گول مول اور غیر
واضح دعویٰ سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔

مولانا حبیب الرحمن اعظمی کا چونکہ مطلب نکلتا تھا، اس لئے وہ بھی خاموشی
سے چپی سادہ کر رہ گئے، وہ بھی نہ سند کا مطالبہ کر سکے اور نہ انقطاع کو بتا سکے کہ کن راویوں
میں انقطاع ہے، منہاج السنۃ میں بھی اس مقام پر نہ کوئی روایت ہے نہ اس کی سند کا کوئی ذکر
ہے، البتہ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے جہاں لکھا ہے:

والصحيح انه لم يبعث برأس الحسين الى الشام كما سياتي.

(ج ۸ ص ۲۳۷)

اس کے پہلے ایک روایت نقل کی ہے جس میں سر مبارک کو شام بھیجنے کا تذکرہ ہے اور
وہ روایت آخر سند میں منقطع ہے، وہ روایت نقل کرنے سے پہلے ہم آپ سے گزارش کرتے
ہیں کہ اس کتاب میں مولانا حبیب الرحمن اعظمی کا کمال آپ ذہن نشین کریں، مولانا
موصوف نے ابن کثیر سے والصحیح انه لم يبعث برأس الحسين الى الشام تک
کی عبارت نقل کر دی ہے اور آگے جو کما سیاتی کا جملہ تھا اس کو نقل نہیں فرمایا؛ بلکہ اس کو

پھوڑ دیا ہے جس کی مصلحت بہتر وہی جانتے ہوں گے، میرے خیال میں تو اس لئے پھوڑ دیا کہ یہ معلوم نہ ہو کہ ابھی اس مسئلہ پر مزید گفتگو آگے آرہی ہے، اسی صحیح پر گفتگو ختم نہیں ہوئی۔
 شام تک پہنچانے کے لئے ایسی ایک منقطع الاسناد روایت نہیں ہے؛ بلکہ اور دوسری متصل الاسناد روایتیں اور دیگر بہت سے آثار بھی ہیں، چنانچہ وہ آگے ذکر کر دیئے گئے، اس لئے ابن تیمیہ کا دعویٰ انقطاع غلط ہے اور ان کے انکار کروینے سے کوئی حقیقت معدوم نہیں ہو جائے گی۔

چنانچہ ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

واما راس الحسين رضى الله عنه فالمشهور عند اهل التاريخ
 واهل السير انه بعث به ابن زياد الى يزيد بن معاوية ومن الناس
 من انكر ذلك وعندي الاول اشهر فالله اعلم.

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۸۵)

بہر حال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر تو مشہور بات المل تاریخ اور اہل سیر کے نزدیک یہ ہے کہ اس کو عبید اللہ بن زیاد نے یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس کا انکار کیا ہے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ پہلی بات زیادہ مشہور ہے، پس اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔
 عندی سے اپنی تحقیق ابن کثیر نے بتادی کہ میرا خیال یہ ہے اگر کسی نے انکار کیا ہے تو وہ انکار کرتا رہے، مجھے اس سے اتفاق نہیں، یہ انکار کرنے والے ابن تیمیہ ہی ہیں اور ابن کثیر نے اپنے خیال کی بنیاد اور دلیل پہلے ہی بتادی ہے۔ فرماتے ہیں:

وقد اختلف العلماء بعدھا فی راس الحسين، هل سیرہ ابن زياد الى الشام الى يزيد ام لا؟ علی قولین: الاظهر منهما انه سیرہ اليه، وقد
 ردد في ذلك آثار كثيرة فالله اعلم. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۷۱)

اس کے بعد حضرت حسین کے سر کے بارے میں علماء مختلف خیال ہیں کہ اس کو

عبید اللہ بن زیاد نے یزید کے پاس شام بھیجا یا نہیں دونوں قول ہیں، اس میں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے سر کو شام بھیج دیا، اس سلسلے میں بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں۔

انکھرا اور اشہر ہونے کی وجہ اور دلیل ابن کثیر علیہ الرحمہ نے یہ بتائی کہ اس سلسلے میں بہت سارے آثار وارد ہوئے ہیں (جن کا انکار درست نہیں)۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ صاحب ج ۱ ص ۳۳۳ پر لکھتے ہیں:

وَأَنَّ بِرَأْسِهِ إِلَى عَبِيدِ اللَّهِ فَأَرْسَلَهُ وَمِنْ بَقِيٍّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ إِلَى يَزِيدَ.

حضرت حسینؑ کے سر کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا تو اس نے حضرت حسینؑ کے سر مبارک اور اہل بیت کے باقی افراد کو یزید کے پاس بھیج دیا۔

اور حافظ ابن حجر نے علامہ ابن تیمیہ کا نام لئے بغیر رد کرتے ہوئے پوری سند کے ساتھ متصل الاسناد روایت بھی نقل کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَمْزَةَ الْحَضْرَمِيُّ الْقَاضِي

أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ أَخْبَرَنِي أَبِي حَمْزَةَ بْنُ يَزِيدَ قَالَ رَأَيْتُ عَاقِلَةً

مِنْ أَعْقَلِ النِّسَاءِ يُقَالُ لَهَا رَأً حَاضِنَةً يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ يُقَالُ: بَلَّغَتْ

مِلَّةً سَنَةً قَالَتْ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى يَزِيدَ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

أَبْشِرْ، فَا مَكَنَكَ اللَّهُ مِنَ الْحُسَيْنِ، قُبِّلَ وَجْهِي بِرَأْسِهِ إِلَيْكَ

وَوَضَعَ فِي طَبْعِي فَامَرَ الْغُلَامَ فَكَشَفَهُ فَحِينَ رَأَاهُ خَمَّرَ وَجْهَهُ

كَأَنَّهُ يَشْمُ مِنْهُ رَائِحَةً. (تہذیب المعجم ج ۱ ص ۵۳۲ ترجمہ حسین بن علی)

کہا قاضی احمد بن محمد بن یحییٰ بن حمزہ حضرمی نے کہ مجھے خبر دی میرے والد نے

وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ کو خبر دی میرے والد حمزہ بن یزید نے وہ

کہتے ہیں: میں نے ایک عقلمند عورت کو دیکھا، جس کو "ریا" کہا جاتا تھا، وہ یزید

بن معاویہ کو گود کھلانے والی تھی، سو (۱۰۰) سال کی عمر کو پہنچی ہوئی تھی، وہ کہتی

ہے ایک آدمی یزید کے پاس آیا اور کہا: امیر المؤمنین! خوش ہو جائیے کہ اللہ نے آپ کو حضرت حسین پر قابو دیا، وہ قتل کئے گئے اور ان کا سر آپ کے پاس لایا گیا، وہ ایک طست میں رکھا گیا، یزید نے غلام کو حکم دیا سر کو کھولا گیا، جب یزید نے اس کو دیکھا تو اپنا چہرہ چھپالیا گویا اس کو سر سے بدبو ملی۔“

اس روایت کا تذکرہ بحوالہ ابن عساکر ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے بھی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۸۶ پر مختصراً لکھ دیا ہے، یہ روایت متصل الاسناد بھی ہے اور دیگر آثار کے علاوہ جہول ابن تیمیہ منقطع روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں پھر اس کو تسلیم نہ کرنے کی مستحول وجہ نہیں ہے۔

حافظ ذہبی علیہ الرحمۃ سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۹۰ پر مذکورہ بالا روایت کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

و ذکر باقی الحکایہ وہی قویۃ الاسناد.

حمزہ بن یزید نے باقی قصہ ذکر کیا اور علامہ ذہبی نے کہا: یہ سند بھی مضبوط ہے اور حافظ ذہبی نے مزید لکھا ہے:

وکثیر ابن ہمام: حدثنا جعفر ابن برقان ان یزید بن ابی زیاد قال لما أتى یزید برأس الحسین جعل ینکت سنۃ ویقول: ما کنت أظن ابا عبد اللہ بلغ هذا السن، واذا لحیتہ ورأسہ قد نصل من الخضاب. (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۹۰)

کثیر ابن ہمام کہتے ہیں ہم سے جعفر ابن برقان نے بیان کیا کہ یزید ابن زیاد نے کہا: جب یزید کے پاس حضرت حسین کا سر لایا گیا تو وہ آپ کے دندان مبارک کو کریدنے لگا اور کہہ رہا تھا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ حسین اس عمر کو پہنچ گئے ہیں حالانکہ حضرت حسین کی ڈاڑھی اور سر خضاب سے رنگا ہوا تھا۔

اس روایت کے تمام راوی مسلم شریف کے راویوں میں ہیں اور تاریخ دمشق جلد ۶۰

صفحہ ۳۶۹ و ۳۷۰ پر بھی ایک متصل الاسناد روایت لکھی ہے، جس کو علامہ سیوطی نے شرح الصدور ص ۲۱۲ پر نقل کر دیا ہے۔

وہ منقطع روایت جس کو ابن کثیر نے نقل کیا ہے درج ذیل ہے:

وقال الزبير بن بكار حدثني محمد بن الضحاك عن ابيد قال كتب يزيد الى ابن زياد انه قد بلغني ان حسينا قد سار الى الكوفة وقد ابتلى به زمانك من بين الازمان وبلدك من بين البلدان وابتليت انت به من بين العمال وعندها تعتق او تعود عبدا كما ترق العبيد وتعيد لقتله ابن زياد، بعث براسه اليه،

قلت: والصحيح انه لم يبعث. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۷)

زبیر بن بکار نے کہا مجھ سے حدیث محمد بن ضحاک نے بیان کی وہ اپنے باپ ضحاک سے نقل کرتے ہیں ضحاک کہتے ہیں کہ یزید نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لکھا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ حسین کوفہ کی طرف گئے ہیں اور ان کے ذریعہ جتلا کیا گیا ہے تمہارا زمانہ زمانوں میں سے اور تمہارا شہر شہروں میں سے اور تم آزمائے گئے ان کے ذریعہ عالموں میں سے اور اس آزمائش کے وقت تم آزاد کئے جاتے ہو یا بندوں کی طرح لوٹا کر بندے بنائے جاتے ہو، پس ابن زیاد نے ان کو قتل کر دیا اور ان کے سر کو یزید کے پاس بھیج دیا میں کہتا ہوں ان کے سر کو یزید کے پاس نہیں بھیجا۔

محمد بن الضحاك کے والد ضحاك بن عثمان امام مالک کے شاگرد ہیں ان کا انتقال

۱۸۰ھ میں ہوا ہے۔ اس نے نہ تو عبید اللہ بن زیاد کا زمانہ پایا اور نہ ہی یزید کا، لہذا یہ روایت منقطع ہے، اس لئے سر مبارک کا شام بھیجنا اس منقطع روایت سے تو ثابت نہیں ہو سکتا؛ لیکن اس باب کی صحیح روایتیں اور مؤرخین کی تحقیقات پیچھے نقل کی جا چکی ہیں، اس لیے مولانا عظمیٰ کا اس مسئلہ میں، البدایہ والنہایہ کی ایک مجمل عبارت سے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا اور انا حضرت مہتمم صاحب پر بے تحقیقی کا الزام دینا، علم و تحقیق کو منہ چڑانا ہے۔

اب ان اصحاب کے نام درج کئے جاتے ہیں جو یزید بن معاویہ کی مخالفت میں شہید ہوئے۔

(۱) حضرت مسور بن ثمر رضی اللہ عنہ (اکمال ص ۲۷ کتبہ یسید یوسف البدایہ والنہایہ ص ۳۳۵)
(۲) عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

(بخاری جلد ۲ ص ۱۵ باب قوله والذي قال لوالديه لقب اكلها والبدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۲۹)
(۳) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل۔ احد من العشرة المبشرة

(متدرک ج ۲ ص ۵۳۷ طبرانی جلد ۲ ص ۳۹۹) ۵۱ ہجری میں انتقال ہوا یزید کی ولعہدی کی بیعت نہیں کی تھی۔

(۴) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ اول مولود ولد فی الاسلام۔

(بخاری جلد اول ص ۵۵۵)
(۵) منذر بن زبیر حضرت عمر کی خلافت میں پیدائش ہوئی مقتولین حرہ میں ان کا شمار ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۳۷)

(۶) عبداللہ بن زید بن عاصم۔ بقول بعض بدری صحابی ہیں اگرچہ یہ صحیح نہیں ہے۔
(تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی) ان کے دو بیٹے خلا اور علی بھی ان کے ساتھ حرہ میں شہید ہوئے اور صلح حدیبیہ میں عبداللہ بن زید بالاتفاق شریک ہوئے۔ (اکمال البدایہ والنہایہ، شذرات الذهب، المعرفی من طبر)

(۷) حارث بن عبداللہ بن کعب انصاری۔

(شریک حدیبیہ قتل یوم الحرة تجرید اسماء الصحابہ ص ۱۱۱، اصابع ج ۱ ص ۲۸۲)
(۸) معاذ بن حارث ابو حلیمہ انصاری۔

(الاصابع القسم الاول حرف الیم ج ۳ ص ۴۲۸، البدایہ والنہایہ ج ۸ وغیرہ)
(۹) واسع بن حبان رضی اللہ عنہ، صاحب بیعت رضوان یوم الحرة میں شہید ہوئے۔

(الاصابع ج ۳ حرفی الواو ص ۲۲۷)

- (۱۰) سعد بن حبان، صاحب بیعت رضوان۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۲۳)
- (۱۱) معقل بن شان رضی اللہ عنہ۔ (تہذیب المعانی ج ۵ ص ۴۹۴)
- یذکر یزید بن معاویۃ بشرب الخمر و یطعن علیہ فحقہ ذلک علیہ۔ (المعارف لابن قتیبہ ص ۲۹۸)
- (۱۲) عبداللہ بن حنظلہ الغیل۔ (بخاری جلد اول ص ۴۱۵، بخاری جلد دوم ص ۵۹۹)
- (۱۳) قال ابن حزم: قتل معہ ثمانیۃ من بنیہ۔ (تہذیب المعانی ج ۵ ص ۴۳۳، وقایع النعمان ج ۱ ص ۱۳۳)
- (۱۴) محمد بن ثابت بن قیس بن شماس ان کے ساتھ ان کے ۳ لڑکے شہید ہوئے، یہ عبداللہ بن حنظلہ کے ماں شریک بھائی تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۰، تہذیب المعانی ج ۵ ص ۵۶)
- (۱۵) محمد بن عمرو بن حزم: ان کے ساتھ ان کے گھر کے ۱۳ افراد یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۴۷۶، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۰) یہ صحابی ہیں۔ (اصابہ ج ۳ ص ۴۷۶)
- (۱۶) سلیمان، یحییٰ، عبداللہ یہ تینوں حضرات یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۵۶، اصابہ ج ۳ ص ۴۷۶، القسم الثانی حرف الیم)
- (۱۷) عبداللہ بن زید بن ثابت بن ضحاک۔ قتل یوم الحرۃ و لیس لہ عقب۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۶۵) ان کے ساتھ ان کے صلیبی لڑکے شہید ہوئے۔
- (۱۸) محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ انہوں نے یزید کے شرب خمر کی گواہی دی۔ (تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۵۹)
- (۱۹) زید بن ثابت کاتب وحی کے سات صلیبی لڑکے یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۲۶۰)
- (۲۰) عبداللہ ابن مطیع ان کے سات لڑکے یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ (اصابہ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۰)

(۲۱) یزید بن عبد اللہ بن زمرہ۔ قال ابن عبد البر: مقتول بالحرة ابنہ یزید، ابن عبد البر کہتے ہیں کہ حرہ میں شہید ہونے والے ان کے بیٹے یزید ہیں۔

(تہذیب العبد ج ۳ ص ۳۱۱، تاریخ الاسلام للذہبی جلد ۲ ص ۲۷۳، اصابت ج ۲ ص ۳۱۱) کو جزم ابن حبان بانه قتل يوم الحرة۔

(۲۲) ابو بکر بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۵)

(۲۳) ابو بکر بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۵)

(۲۴) ابراہیم بن نعیم النخام۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

(۲۵) محمد ابی بن کعب۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

(۲۶) عبد الرحمن ابن ابی قتادہ۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

(۲۷) یعقوب بن طلحہ بن عبید اللہ۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۵)

(۲۸) وہب بن عبد اللہ بن زمرہ۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

(۲۹) ابو حکیم معاذ بن الحارث القاری الانصاری۔ ان کو حضرت عمرؓ نے تراویح پڑھانے کو کہا تھا۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

(۳۰) عمران بن ابی انیس۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ۶۳ سال کے تھے۔

(۳۱) فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۴، ۲۷۵)

(۳۲) یزید بن عبد الرحمن بن عوف الزہری۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۵)

(۳۳) عبد الرحمن بن سعید بن زید۔ مخالفین یزید کے ساتھ یوم حرہ لڑ رہے تھے۔

(بحوالہ استخلاف یزید ص ۳۰۶ و ۳۰۷، تحقیق النصرہ ص ۱۵۱)

(۳۴) محمد بن عبد اللہ بن سعید بن زید۔ سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں ہیں، ان کے پوتے

تھے۔ (استخلاف یزید ص ۳۰۷، المعارف لابن قتیبہ ص ۲۳۶)

(۳۵) مسور بن عبد الرحمن بن عوف۔ یوم حرہ شہید ہوئے۔ (المعارف لابن قتیبہ ص ۲۳۰)

(۳۶) کثیر ابن اخطح و ابوہ یوم الحرہ شہید ہوئے۔ (تہذیب المعادیل جلد اول ص ۲۲۳)

(۳۷) عبد الرحمن بن عمرو بن ہبل۔ (تہذیب المعادیل ج ۳ ص ۳۹۹)

(۳۸) عبد اللہ بن زید بن عالم۔ (تقریب المعادیل ص ۳۰۴، تحقیق: محمد عوامہ)

(۳۹) مسروق ابن اجدع۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۶۶)

(۴۰) عبد اللہ بن ابی عمرو بن حفص المغیرہ (جمہرۃ نسب قریش و اخبار ہا جلد ایک

(ص ۳۶۳، ۵۲۱، ۵۲۲، تہذیب المعادیل ج ۲ ص ۲۵۱)

(۴۱) عبد الرحمن ابن حاطب۔ ابن ابی بلتعہ (کتاب المعرفۃ والتاریخ جلد ۳ ص ۲۲۸)

(۴۲) صائب بن یزید بن اکت النمر۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ج ۳ ص ۲۲۸)

(۴۳) مصعب بن عبد الرحمن بن عوض الزہری القریشی کنیت ابو زرا۔

(کتاب الثقات لابن حبان کتاب الداعیین باب الحکم ج ۳ ص ۴۵)

(۴۴) محمد بن اسلم بن بجرہ الانصاری الخزرجی۔ (اصابہ ج ۳ ص ۴۷۲)

(۴۵) سلیط بن زید یوم حرہ شہید ہوئے۔ (طبقات ابن سعد اردو ج ۵ ص ۲۵۹)

(۴۶) عبد الرحمن ابن زید۔ (طبقات ابن سعد اردو ج ۵ ص ۲۵۹)

(۴۷) عبد اللہ بن زید۔ (طبقات ابن سعد اردو ج ۵ ص ۲۵۹)

(۴۸) زید بن زید۔ (طبقات ابن سعد اردو ج ۵ ص ۲۵۹)

(۴۹) سعد بن زید۔ (طبقات ابن سعد اردو ج ۵ ص ۲۵۹)

(۵۰) سلیمان بن زید۔ (طبقات ابن سعد اردو ج ۵ ص ۲۵۹)

(۵۱) یحییٰ بن زید۔ (طبقات ابن سعد اردو ج ۵ ص ۲۵۹)

پچاس سے زیادہ نام مختلف کتابوں کے حوالہ سے ہم نے لکھ دیئے ہیں۔ علامہ ذہبی نے خلیفہ بن خیاط کے حوالے سے اپنی کتاب تاریخ الاسلام جلد ۲ ص ۳۷۳ پر بتایا ہے کہ صرف ہمدون میں انصار اور قریش کے صحابہ میں تین سو چھ افراد شہید کر دیئے گئے جس کی

شہید کربلا اور کردار یزید
تفصیل تاریخ خلیفہ بن خیاط میں صفحہ ۲۳۶ تا ۲۵۰ دیکھی جاسکتی ہے۔

عظمیٰ کی غفلت:

اب مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی غفلت ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:
”حضرت مہتمم صاحب نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر یزید اگر باتفاق صحابہ فاسق
ہوتا تو نعمان بن بشیر جیسے جلیل القدر صحابی اس فاسق و فاجر کے ساتھ ہرگز لگے
نہ رہتے، ہماری عقیدت اس بات کو کسی طرح قبول نہیں کرتی کہ حضرت نعمان
بن بشیر جیسے صحابی ایک شرابی زانی بے نمازی امیر کی مجلسوں میں برابر شریک
ہوں گے اور اس کی طرف سے سفارت کی خدمت انجام دیں گے اور اس کی
طرف سے حمص کے امیر بن کر اس کی حکومت کو قوت پہنچائیں گے۔“

(تجربہ شہید کربلا و یزید ص ۷۴-۷۵)

جواباً عرض ہے کہ نعمان ابن بشیر کا یزید کی مجلسوں میں برابر شریک ہونا ثابت نہیں ہے
اور فاسق امیر کی اطاعت یا اس کی حکومت کا حصہ بننا گناہ نہیں، بہت سے بہت جو ثابت ہے
وہی کہ انہوں نے یزید کے دور حکومت میں، حکومت کی بعض ذمہ داریاں قبول کیں، لیکن
اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے یزید کے تمام موقف کو صحیح سمجھا ہو، تاریخ میں
ایسی روایات موجود ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر نے کبھی کسی کی
بے جا حمایت نہیں کی، بلکہ انہوں نے یزید کے غلط کاموں پر تنقید بھی کی۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (اور نیکی
اور تقویٰ کے کام میں تعاون کرو گناہ اور سرکشی کے کام میں تعاون مت کرو) یہ حکم قرآنی
نعمان ابن بشیر و دیگر صحابہ کے پیش نظر تھا، اس لئے وہ شرابی زانی بے نمازی کی، نیک کام
میں مدد کریں گے اور گناہ کے کام میں مدد نہیں کریں گے۔

حمص سے پہلے نعمان بن بشیر جیسے صحابی عراق کے بھی گورنر رہ چکے تھے اور عبد اللہ بن

مسلم بن شعبہ حزمی نے نعمان بن بشیر صحابی سے شکایت کی تھی، انک لضعیف او متضعف، قد فسد البلد، جواب میں نعمان بن بشیر نے کہا تھا لآن اکون ضعيفا في طاعة الله احب الي ان اکون قويا في معصية الله، وما كنت لأهتك ستر استره الله، فكتب بقوله الى يزيد ابن معاوية فدعا يزيد مولی له يقال له سرحون قد کان يستشيرہ فاخبرہ الخبر. (تہذیب المعجزات جلد اول ص ۵۳۰) ترجمہ: میں اللہ کی اطاعت میں ضعیف رہوں یہ مجھے پسند ہے، اس بات سے کہ اللہ کی معصیت میں قوی رہوں اور میں اس پردے کو چاک نہیں کروں گا جس کو اللہ نے ڈالا ہے۔ نعمان بن بشیر کے قول کو عبید اللہ بن مسلم نے یزید کے پاس لکھ بھیجا، یزید نے اپنے غلام جس کو سرحون (۱) کہا جاتا تھا بلایا، اسی سے یزید مشورہ لیتا تھا پھر اس کو خبر بتائی۔

(تہذیب المعجزات جلد اول ص ۵۳۰ اور اصابہ جلد اول ص ۳۳۳)

یہ مسلک تھا نعمان ابن بشیر و دیگر اہل سنت و الجماعۃ کا جیسا کہ طحاوی نے لکھا ہے:

ولا نرى الخروج على ائمتنا وولاة امورنا وان جاروا.

ہم اپنے اماموں اور عاملوں کے خلاف نہیں نکلتے چاہے وہ ظلم کریں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ غیر نبی کی ہر خاموشی کسی بات کی تائید نہیں کرتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا احتسابه

